

# اصل مراد حاضری اس پاک دہ کی ہے

تصنیف  
فیضانِ اشراق محمد رفیع عثمانی دہلی



مرکز تحقیقات اسلامیہ

205 شاہراہ، لاہور فون: 7580004

# فہرست

- پیش لفظ ..... مفتی محمد خاں قادری ۷
- ۱۔ امام عقیلی کے اشعار ..... ۱۳
- ۲۔ فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن عبد اللہ بن مافع حمیری ..... ۱۵
- ۳۔ علامہ شیخ محمد بن عمر سالک کی تقریظ ..... ۱۹
- ۴۔ مقدمہ مصنف ..... ۲۱
- ۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب مزینہ منورہ کی عظمت ..... ۲۲
- ۶۔ روضۃ رسول کی زیارت کے لئے سفر کے مستحب ہونے پر بعض ائمہ ..... ۲۵
- فتواء کا موقت ..... ۲۶
- ۷۔ زیارت نبوی اور قرآن ..... ۲۶
- ۸۔ آیت کریمہ سے استدلال پر شیخ عقیلین کا اعتراض اور اس کا رد ..... ۲۷
- ۹۔ وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت کے لئے استفادہ کرنا ..... ۲۹
- ۱۰۔ بہاری زندگی تمہارے لئے بہتر ہے اور بہاری وفات بھی تمہارے لئے ..... ۳۱
- بہتر ہے : حدیث صحیح ہے ..... ۳۱
- ۱۱۔ مشرین نے آیت کریمہ (ولو انهم اذ ظلموا) کو عموم پر محمول کیا ہے ..... ۳۲
- ۱۲۔ حبشیوں کے شیخ ابن قدامہ کے نزدیک روضۃ رسول کی زیارت کا طریقہ ..... ۳۳
- ۱۳۔ شیخ عقیلین کا یہ کہنا کہ خصوصاً صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ صانع منقطع ہو گیا ہے ..... ۳۷
- غلط ہے ۔۔۔ اور اس کی غلط فہمی کا رد ..... ۳۷

- نام کتاب ..... الاعلام یا سحاب منذ الوصل
- مصنف ..... لکھنؤ دارۃ تحفہ الانام
- ترجمہ لکھنؤ ..... فضیلۃ الشیخ محمود سید مرقع
- ترجمہ ..... اصل مراد حاضری اس پاک دلی ہے
- پیش لفظ ..... علامہ بہتدا محمد صدیقی
- بار ..... مفتی محمد خاں قادری
- تعداد ..... اولی
- اشاعت ..... لکھنؤ
- نوشٹا نویس ..... مئی ۱۹۹۵ء
- مطبع ..... سید فرحان حسن ضمیمہ قادری
- طابع ..... علامہ عبدالرشید پرنٹر لاہور
- قیمت ..... سہیل لطیف
- ..... روپے



# پیش لفظ

مفتی محمد خاں قادری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے :

وَكُذِّبُوا أَنَّهُمِ ادَّخَلُوا النَّارَ فَجَاءُواكُمْ فَاسْتَفَعْنَا وَاللَّهِ

وَأَسْتَغْفِرُ لَهُمْ الزَّيْنُوبُ

لَوْ جِئِدَ وَاللَّهِ لَوَ أَنَّا أَهْلِيْنَا

(النساء)

اگر لوگ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آئیں یہ وہ اللہ سے مہمانی مانگیں اور رسول اللہ کے لیے سفارش کریں تو وہ اللہ کو تو یہ قبول کریں والا اللہ رحم

فرمائے والا پائیں گے۔

اس آیت سے واضح ہے کہ زیارت نبوی ہر شخص کے لیے فضیلت کا درجہ رکھتی ہے خواہ وہ قریب کا رہنے والا ہو یا دور کا۔

اور یہ حکم صرف آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ ہی مخصوص نہیں بلکہ بعد از وصال بھی قائم و دائم ہے۔ تمام امت مسلمہ نے اس سے یہی سمجھا اور اس کی عمل پیرا ہوتے ہوئے ہمیشہ بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دیتی رہی۔ صحابہ سے لے کر آج تک ہر دور کے لاکھوں اہل علم و تقویٰ کا یہ معمول ہے لیکن بعض بدقسمت لوگ اس عمل کو پسند نہیں کرتے۔ کبھی کہتے ہیں کہ مذکورہ آیت صرف آپ کی ظاہری حیات کے ساتھ مخصوص۔ کبھی حدیث لا تشد الوصال سے استدلال کرتے

ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کی بارگاہ اقدس کے قصد سے نفوذ یافتہ سفر نہیں کرنا چاہیے۔ اس دور میں بھی باتیں شیخ محمد بن صالح العثیمین اور شیخ صالح الفوزان نے تحریر کیں۔ جس کے رد کے لیے ہمارے دور کے عظیم محدث فضیلۃ الشیخ محمود سعید مدوح نے "الاعلام باستحباب شد الرحال لزيارة خير الانام" تحریر فرمایا جس میں مذکورہ مشیور کی ایک ایک بات کا متعدد علمی وثقہ دلائل سے رد فرمایا۔

اسی موضوع پر آپ کی ایک کتاب "رفع المنارۃ لتخريج احادیث التوسل والزيارۃ" بھی ہے جس کا ذکر کس کتابچہ میں متعدد مقامات پر آیا ہے۔

اس رسالہ اور مصنف کے بارے میں فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن عبد الرحمن بالغ الحیری مدیر عام دائرۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیہ دبی قدیم میں لکھتے ہیں:

وهذه رساله جلیله  
للمحدث الفاضل محمود  
سعید مدوح حنا  
اللهم الاسلام والمسلمین  
خیر الجزاء بما ینافه  
من السنۃ المطهرۃ اسماء  
والاعلام باستحباب شد  
الرحال لزيارة خیر الانام  
علیه افضل الصلاۃ والسلام، رکابہ  
اس میں انہوں نے اس موضوع پر  
دلائل کا غلام بیان کر دیا ہے تاکہ

۱۔ المقام وادی بدلوہ  
میں حبیبہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم  
بہا قلوب قوم موئین  
دیہدی بہا فلوب المنکون  
والکلابین بالحجۃ الدائفة

والدہاین الساطعة۔ (تقریم الاطام)

شیخ نامہ الدین البانی نے حدیث پر جو کلام اس میں جا بجا تضادات کی نشاندہی  
کرتے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہاں شیخ حسن بن علی السقا کا کلام۔  
"تناقضات الالبانی الواضحات فیما وقع له فی تصحیح الاحادیث  
وتصنیفها من اخطاء وغلطات" قابل ذکر ہے وہاں شیخ محمود سعید  
مدوح کا کلام بصورت "تنبیہ المسلم الی تعدی الالبانی علی صحیحہ مسلم"  
نہایت ہی قابل داد و تحسین ہے۔

مقدمہ میں اس کتاب کی غرض و قیادت بولی تحریر کرتے ہیں:

فقد دفعت علی کلام الشیخ  
الالبانی ضعف فیہ جملۃ  
من الاحادیث المتحقی فی صحیح  
مسلم، فتکلم علیہا بما یرکد  
خطا و یتکثر خروجا  
علی ما قرره العلماء من صحیح  
وتلقیہا القبول المغنی

میں شیخ البانی کے ایسے کلام پر آگاہ  
ہو جس میں انہوں نے صحیح مسلم کی  
متعدد احادیث کو ضعیف قرار دینے  
ہوئے ایسے گفتگو کی جس کا اہم  
کا خالص ہونا اور ان اصولوں سے  
تکلف لازم آتا ہے جو علمائے کمال  
مسلم اور مقبول ہیں۔ ان کا کلام

للحکم وکلامه یدعوالی  
 التشکیک فی صحیح الامام  
 مسلم و فیہ من الاعراب  
 و الخافضة و التعقید علی  
 المتقدمین ما یرحم المتقدمین  
 به انه استدک علی  
 الائمة المتقدمین کالخطاب  
 و مسلم فضلاً من  
 المتأخرین  
 و قد داشت ان المبرکوت  
 علی هذہ النسخة فی غیر  
 مقبول و یلیق العارفات  
 به الاثم لذلك کنیت هذ  
 (التنبیه) اذ قد به لوق  
 الله تعالی کل تعدیه علی  
 صحیح مسلم و قد معیت  
 تنبیه العلم الی تعدی  
 الالبانی علی صحیح مسلم  
 (تنبیه المسلم ۸۰۷)

صحیح امام مسلم کے بابہ میں تشکیک  
 کی دعوت دیتا ہے اور اس میں لمبی  
 مخالفت اعراب اور متقدمین پر  
 تعقیب ہے جو دھوکہ دیتے ہیں  
 کہ موفد قرآن کریم کہہ رہے ہیں کہ انہوں  
 نے بہت ہی مسلم جیسے متقدمین کی  
 کلمہ کا ازالہ کیا ہے۔ مگر حیرت تو  
 کسی کہتا ہے میں نہیں  
 تو میں نے محسوس کیا کہ اس زیادتی  
 پر خاموش رہنا جائز نہیں۔ اس  
 سے آگاہ ہونے کے باوجود نہ  
 کہ گدہ کا ذریعہ ہے لہذا میں  
 نے اکثری تو قیں سے الیائی کے  
 زیادتیوں پر لکھا ہے اور اس کا  
 نام تنبیہ المسلم علی  
 تعدی الالبانی علی صحیح  
 مسلم رکھا ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے اس بات کا خوب اندازہ ہو جائیگا کہ شیخ معروف  
 کی علم حدیث اور اصول حدیث پر کتنی نظر ہے؟

دارالبعثہ دمشق سے عظیم محنت السید احمد بن محمد بن الصدیق النہاری  
 الترقی ۱۳۸۰ کی تالیف تبیین البلبہ معنی ان کو وجود حدیث معنی  
 لغافلاجمعة له۔ ۱۴۰۲ء میں شائع ہوئی۔ اس کی ابتداء میں مصنف کے  
 حالات شیخ محمود سعید محمود نے تحریر کئے ہیں۔ آخری حاشیہ میں فرماتے ہیں:  
 اختصرت هذه الترجمة  
 من تشييف الاسماع  
 الدعائية والسماع ذكرك  
 فيه ترجمة مائتي شيخ  
 من مشايخ شيوخنا للعلامة  
 سنده العصر محمد ياسين  
 الفاداني المكي (تبیین البلبہ ۱۲۱)

### الاعلام: کار اور ترجمہ

فیصلہ: شیخ السید یوسف اشتم الرقاعی زید محمد سابق وزیر اوقاف کویت  
 جولان ۹۷ میں پاکستان تشریف لائے تو انہوں نے الاعلام کا ایک نسخہ خرید دیا جس  
 اسنت حضرت العلامة مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی دامت برکاتہم العالیہ  
 کو دیا۔ آپ نے مطالعہ کے بعد اسے نہایت ہی پسند فرمایا اور اپنے ہونہار ہاتھوں  
 فاضل نوابین جناب محمد احمد سیدی سے فرمایا کہ اس کا اردو ترجمہ کریں تاکہ یہاں  
 کے مسلمان بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ المجدد ڈیٹہ سیدی صاحب جدید  
 و قدیم عربی کے ماہر ہیں۔ وہ عربی کو اردو کے قالب میں ڈھالنا ہی نہیں بلکہ اردو

کو عربی میں مشغل کرنا بھی جانتے ہیں اور یہ صلاحیت کم ہی لوگوں میں پائی جاتی ہے۔  
وہ اپنے عظیم والد گرامی، غفرلہ کی طرح اپنے سینے میں امت مسلمہ کا درد بھی رکھتے ہیں  
اور اس کے لیے ٹٹا کچھ نہ کچھ کر گزارنے کا عزم بھی رکھتے ہیں۔ اس تجربہ کو یہ شرف بھی  
حاصل ہے کہ اس پر نظریاتی مقرر شرف صاحب مدظلہ نے خود فرمائی ہے۔

ہم اردو ترجمہ کے ساتھ ساتھ اصل عربی متن بھی شائع کر رہے ہیں تاکہ عربی دانا  
قارئین اصل کتاب سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ اس کا نام امام اہل محبت مولانا محمد رضا  
خال قادری کے اس مشہور شعر سے لیا گیا ہے۔

اس کے طفیل حج بھی خدائے کر دیتے

اصل مراد حاضری اس پاک درگاہ ہے

اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ حضور علیہ السلام کے وسیلہ سے ہم سب کو دنیا  
و آخرت میں اپنے فضل و کرم کا سایہ عطا فرمائے۔ آمین بجا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

قادم اسلام

محمد خاں قادری

چانچ خانسیہ، شان دھان۔ لاہور

۷ ذی الحجہ ۱۴۱۵ھ، یکم مئی ۱۹۹۵ء پریس لینڈ انڈیا

يَا حَيُّ مَنْ دُنِيتُ بِالْقَاعِ اعْظِمُهُ

فَطَابَ مَنْ طَيَّبَنِيهِ الْقَاعُ وَالْأَكْمُ

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرِ أَفْتٍ سَاكِنُهُ

فِيهِ الْعَفَافُ وَفِيهِ الْجُودُ وَالْكَرَمُ

○ اسے زمین میں مدفون ہونے والوں میں سے بہتر شخصیت!

○ آپ کی خوشبو سے میدان اور فضا میں مضر ہو گئیں۔

○ میری جان اس روضہ اقدس پر قربان ہو جاوے آپ رحمتی اللہ

علیہ وسلم بخیر آرام ہیں۔

○ اس روضہ شریف میں پائیزگی اور سراپا سخاوت و بخشش ہے۔

(نام عقی محمد اللہ تعالیٰ علیہ)



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تقدیم!

رفیقہ الشریعہ علی بن عبد اللہ بن ابی حمزہ  
مدیر اوقات مذہبی امور دہلی۔

اللہ رب العالمین کی عطا کی ہوئی اور آئندہ عطا کی جانے والی نعمتوں پر حمد و ثناء ہے جس نے اپنے نبی کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ یہ دین تمام ادیان پر غالب آجائے۔ نبی اکرم کی ذات اقدس اللہ تبارک و تعالیٰ کا سنا توں عظیم احسان ہے جبکہ دینہ مندوہ میں زمین کے ایک حصے کو آپ کی آراستہ گاہ ہونے کا شرف بخشا۔ اس نسبت سے زمین کا وہ ٹکڑا سب سے مقدس و مہرم ہو گیا اور مسلمانوں کے دلوں میں عظیم قدر و منزلت پائی گئی۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے امت مسلمہ کو خصوصی فضل و کرم سے یہ خصوصیت عطا فرمائی کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آرام گاہ حقیقی طور پر معلوم ہے اس طرح کسی نبی یا رسول کی و حقیقی طور پر تعین نہیں ہمارے خیال میں یہ بات امت مسلمہ کے لئے اپنے آفاقی دامن سے قیامت تک دالستہ رہے گا ایک ذریعہ ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر سے کوئی دلیل روکتی ہے؟ اللہ



کیا رکاوٹ ہے علامہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شیعہ کھان کی حدیث میں —  
 "ومسجدی" (اور میری مسجد) فرمایا ہے اپنی ذات مبارکہ کی طرف مسجد کی نسبت  
 اس بات کی واضح دلیل ہے کہ مسجد کی فضیلت آپ کے پڑوس کی وجہ سے ہے، جیسے کہ  
 مسجد حرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور سابقہ انبیاء کے سبب محرم ہوئی نیز دیگر مساجد پر  
 فضیلت پانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہاں کی مٹی آپ کے ہم کا مادہ بنی ہے حضور  
 صلی اللہ علیہ وسلم اور پہلے انبیاء علیہم السلام کی نسبت سے مسجد اقصیٰ کا مرتبہ ہے اور یہ  
 مسجد پہلا قبلہ بھی ہے، اگر مسجد نبوی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آرامگاہ نہ ہوتی تو مسجد  
 اقصیٰ مسجد نبوی سے زیادہ فضیلت والی ہوتی، اگر تبارک و تعالیٰ کا ارشاد و گرامی ہے:

وَضَعْنَاكَ يُعْظَمُ مَشْعَرًا ۖ  
 اللَّهُمَّ يَا مُبَارَكًا تَعْلَمُ  
 انْقُطَب - نا، ۱، ۲۷، ۱۲۷

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارکہ کی طرف سفر محبت سی —  
 احادیث سے ثابت ہے، انہیں احادیث میں سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ ارشاد  
 گرایا ہے:

كُنْتُ قَدْ نَهَيْتُكُمْ  
 عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ إِلَّا  
 قُبُورَ هَؤُلَاءِ  
 میں نے تمہیں قبور کی زیارت سے  
 منع کیا تھا، سوا قبروں کی زیارت کو  
 جایا کر۔

شیخ رحمہ اللہ والی حدیث مساجد کے ساتھ خاص ہے اس لئے کہ مستثنیٰ امر  
 محذوف ہے اور امام احمد کی روایت اس حدیث کی وضاحت کرتی ہے:

لَا تَحْتَمِلُ الْمَوْتُ إِلَّا مُبْجِدًا  
 تَبْتَغِي فِيهِ الصَّلَاةَ وَالْإِيَّانَ  
 تین مساجد کے علاوہ کسی مسجد میں  
 نماز نہ کرنے کا دوسرے نہیں کے

ثَلَاثَةٌ مَسَاجِدَ - بائیں گے

جس شخص نے بھی اس حدیث کو عمومی مانعیت کے لئے دلیل بنایا اس نے غلط  
 فیصلہ کیا انبیاء و اولیاء کی تقدیر پر حاضری سے منع کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ ایسی  
 اذیمہ تفسیر میں گرفتار نہ ہوں کہ ان سے دوسری کچھ بھی ہو کر نہ رہیں۔ حدیث کی یہ تفسیر  
 مریض کی گفتگو، میرٹھ سے جہاں پہلے حاصل کرے، اور مسلمان مسلمان کا مصلحت ہے۔  
 اپنے بھائی کو دشمن کے حوالے نہیں کرنا اور نہ ہی اس پر ظلم کرنا ہے، اور اسلام ایک  
 مضبوط دین ہے جس نے دین پر غلبہ پانے کی کوشش کی وہ خود مغلوب ہو گیا اس راہ  
 پر نرم روی سے گامزن رہو اور اسلام میاں دہی کا قائل ہے مصیبت کا قائل نہیں نیز  
 تشدد اور انتہا پسندی کو سخت تامل نہ کرتا ہے۔

اسلام سنی دین ہے کو یہ نہیں کرتا اور سنی میدان میں بھی سنی سونچ کو مرکز کرتا ہے۔  
 کیونکہ ایسی ہی ریت ابھر آدھر کے گھٹا غفر سے محفوظ نہیں ہوتی، اس لئے عقل مند اور عطا  
 انسان پر لازم ہے کہ وہ دھماکی حاصل کرنے میں پوری ذہانت کا مظاہرہ کرے۔ ایسا  
 بھولا بھلا نہ ہو کہ جو کچھ گھر سے سرائیخانے والے فقروں کے داعی، دھوکے میں مبتلا  
 کر کے حق و باطل کو مخلوط کر دیں یہ تو سچے مسلمان کا زمانہ ہے اور نہ ہی سلف صالحین  
 کی سیرت -

عقل رسالہ فاضل حضرت شیخ محمود سعید مدد رح کی تصنیف ہے جس میں انہوں  
 نے سنت مطہرہ کا دفاع کیا ہے۔ اقل تعالیٰ قاتل حدیث کو اسلام اور مسلمانوں کی نظر  
 سے جڑائے غیر عطا فرمائے۔ اس کا نام ہے:

الْبَعْلَامُ بِاسْتِخَابِ شَيْخِ الْإِسْلَامِ زِيَارَةِ قُبُورِ خَيْرِ الْأَقَامِ عَلَيْهِ  
 أَنْصَلَ الصَّلَاةَ وَالسَّلَامَ

(ترمذی غریب سے افضل رہی کی قبر انور کی زیارت کے لئے مسرتیب بخیر ۱۳۱۱ھ)

اس مسئلہ پر جو کچھ کہا جاسکتا ہے مصنف نے اسے اختصار سے ذکر کیا ہے  
اسے محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی حاصل کرنے اور اہل محبت کے  
دلوں کو متحد کر پھینچنے اور منکبین کی ہدایت کے لئے مقبوضہ اور روشن دلائل کا  
سہارا لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اس رسالے کو اہل اسلام کے لئے مفید  
بنائے اور منتشر امت کی شیرازہ بندی کا ذریعہ بنائے۔ میرا رب دعا کو بہت سننے والا  
ہے۔



# نَقَرِیْظ

علامہ شیخ محمد بن عمر راکب شنفیعی

(صدر مجلس افتاء محکمہ اوقاف دبی)

اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے حمد و ثناء ہے جس نے اہل علم کے درمیان علم کو رابحہ  
بنایا جو انہیں حق بات پر یکجا کرتا ہے اور درود و سلام ہر ساری کامنات سے افضل آقا  
و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جن کی امت کا ایک گروہ ہمیشہ حق پر ثابت قدم  
رہے گا۔

حمد و ثناء کے بعد، مجھے میرے فاضل دوست شیخ محمود سعید محمد روح نے اطلاع  
دائی کہ رسالہ دکھا جا جو کراہی ہو، اس میدان میں شیخ محمود سے پہلے عظیم لوگوں نے  
کاوشیں کی ہیں، خصوصاً شیخ الاسلام تقی الدین سبکی اور دیگر علمائے اسلام لیکن ہمارے  
فاضل دوست نے عصری تقاضوں کے مطابق رسالہ پیش کیا ہے۔

اس رسالے نے جیسے بزرگوں کو متنبہ کیا اور انہیں سیدھی راہ دکھائی اسی طرح  
آنے والی نسلوں کو بھی ناغہ نہ دے گا، اس سے پہلے ہر باب کو اپنی جگہ تھے اور ناخن کو  
حق جانتے تھے۔ آج کے دور میں ملت کا عجیب حال ہے جیسا کہ اس کے دوست اور  
دشمن کی پہچان مشکل ہو گئی ہے، کہنے والے نے سچ کہا اپنے دشمن سے ایک دُشمن اور اپنے  
دوست سے ایک ہزار مرتبہ دور کسی شاعر نے کہا ہے:

کن بور میں مفید چیزیں پائی ہیں جبکہ بعض کتابیں قرآن، سنت رسول، اجماع ائمہ اور اتفاق ائمہ سے ثابت افکار کے باطل مخالف ہیں جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں حاضر ہونے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے سفر کا مستحب ہونا، جبکہ حضور اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور جیسے کہ صحیح احادیث میں آیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بخش روضہ شریف کی زیارت کرنا اور آپ کے آثار سے برکت حاصل کرنا اس سلسلہ ہے جس کی ترغیب میں اسلاف اور ان کے پیروکاروں کے اقوال کثرت سے موجود ہیں اس بات پر سب کا رافی اور علی اجماع ہے۔ مخالفین کا یہ کہنا سرسری زبانی ہے کہ روضہ رسول کی زیارت ضروری نہیں، حالانکہ مشہور فقہاء نے ایسا نہیں فرمایا بلکہ ان کا اعتقاد ہے کہ یہ روضہ رسول کی زیارت افراتبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں قرب کا بہترین ذریعہ، محبوب ملی اور کامیاب ترین ہے، ہم نے مخالفین میں ایسے لوگ بھی پائے ہیں جو یہ کہتے پھرتے ہیں کہ یہ احکام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کی نیت سے سفر گناہ ہے، اس سفر میں نماز قصر نہیں پڑھی جائے گی، مخالفین کے منہ سے یہ بہت بڑی بات نکلی ہے جو سراسر جھوٹ ہے۔ یہ لوگ نامحرمین مدینہ منورہ سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صرف مسجد نبوی کی زیارت کی نیت کہیں حالانکہ مدینہ منورہ تو محترم ہی محبوب خدا کی وجہ سے ہوا ہے وہ عید مصیبت عام ہو چکی ہے، نامحرم اور حق خطا ملے ہوئے ہیں، عوام آزمائش سے دوچار ملیے ہیں ہم اپنی حالت زار افراتبارک و تعالیٰ کی بارگاہ میں ہی عرض کرتے ہیں۔

مختلف طبقات و ممالک اور فقہی مسلکوں سے تعلق رکھنے والے سلف صالحین اور ان کے پیروکار سلسلہ و نسلی مناسک حج کی ادائیگی سے پہلے یا بعد زیارت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسلاف کی اتباع کرتے پلے آ رہے ہیں۔ اور یہی صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صَلَاةٌ فِي مَسْجِدِي هَذَا  
أَفْضَلُ مِنْ أَلْفِ صَلَاةٍ فِيهَا  
يَسْأَلُ الْإِسْلَامُ الْحَدَّامَ  
وَصَلَاةٌ فِي ذَاكَ أَفْضَلُ  
يَقِي ثَمَانِيَةَ صَلَاةٍ فِي لَحْظَةٍ

زنجانی و سلم،

۴۔

ہر روز صلی و چھتا ہے کہ اسلاف اور ان کے پیروکاروں نے ایک لاکھ کا ثواب ایک ہزار برسوں قربان کیا، خدا کی قسم وہ لوگ ہرگز گمراہ نہ تھے۔ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا، مالی خرچ کی اور مجبور حرام کا ثواب چھوڑا۔ اگر آپ ایک لاکھ اور ایک ہزار کے درمیان موازنہ کر کے کہیں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ امت نے کس جذبے سے اپنے محسن نبی کی عزت کی ہے۔

اپنے ان بھائیوں کے لئے جو روضہ رسول کی زیارت کی نیت سے سفر کے متعلق شکوک و شبہات اور آزمائش سے دوچار ہیں، یہ رسالہ لکھا ہے جو ہم کے اعتبار سے چھوٹا اور صغیر ہے، مگر اسے اس رسالہ کا نام رکھا ہے:

رَأَى الْإِسْلَامَ بِاسْتِحْبَابِ زِيَارَةِ قَبْرِ نَبِيِّهِ ﷺ خَلِيفَ الْأَفْضَلِ  
الْمُصَلِّوَةِ وَالشَّلَامِ۔

وتمام غرض اسے افضل ہستی کی قربانوں کی زیارت کے لئے مسافر مستحب ہونے کا

اسلام ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ میری اس نیا مسند ائمہ کو کشش کو اپنی بارگاہ میں بنا  
میں شرف قبولیت سے نوازے اور ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل القادۃ و التسليم کی  
زیارت کرتے رہنے اور آپ کی سنت مبارک کے ساتھ وابستہ رہنے کی توفیق عطا

فرائے اور قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جہنم کے ساتھی میں اٹھائے  
جے شک میرا رب دعا کو بہت زیادہ سنتے والا ہے۔ اول واسخسہ اسی کی حد  
شنا ہے۔

الراثم  
محمود سعید مدح

## بارگاہ نبوی ﷺ کی زیارت کے لئے سفر کے مستحب ہونے پر دلیل!

دفعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا ایسے مستحب کاموں میں سے ہے جن  
کی بے حد تاکید کی گئی ہے، بعض علماء کے نزدیک دفعہ رسول کی زیارت وجوب کے قریب  
ہے بلکہ حدیث کے ظاہری مفہوم پر عمل کرنے والے علماء اور بہت سے اہلکی اور حنفی علماء  
کے نزدیک واجب ہے۔

امام ابو ذر کی فرم کی رو سے علم و فضل پر علماء امت کا اجتماع ہے، کارشاد اگر اسی  
ہے کہ دفعہ اقدس کی زیارت ہم تو ہیں امور غیر اور کامیاب تیری خوشنوی میں سے ہے  
جب حج و عمرہ کرنے والے واپس لوٹیں تو ان کے لئے بڑی تاکید ہے یہ مستحب ہے کہ وہ  
مدینہ منورہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے حاضر ہوں۔ اور دفعہ رسول کی زیارت  
کرنے والے اللہ تعالیٰ کے قرب اور مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کا ارادہ کریں  
(المجموع ۸/۳۰۲)

تمام فقہاء اپنے فقہی مسکوں میں اسی راستے پر چلے ہیں اور جنابوں کے امام ابو محمد  
بن قدامہ جنبل نے اپنی کتاب مغنی (۵۸۸/۳) میں امام نووی کی طرح ارشاد فرمایا ہے

ابو انہول نے یہ بھی فرمایا کہ اہل بیت میں ہے: جب حاجی حج سے فارغ ہو تو اس کے لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صاحبین (حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت فاروق اعظم صلی اللہ علیہ وسلم) کے مزار اقدس کی زیارت کرنا مستحب ہے اور مروای نے اس بات پر یہ اضافہ کیا ہے کہ تمام صالح علماء اسی بات کے قائل ہیں۔ (الانصاف ۵۳/۴)

فقہاء اور دانشوروں کے ارشادات کو جو سنے والوں کے لئے یہی حوالے کافی ہیں جو ہم نے بیان کئے ہیں لیکن جسے دلیل کی خواہش ہو اس کے لئے اہل بیت علیہم السلام نے قرآن و حدیث اور اصحاب امت سے دلائل بیان کئے ہیں۔

### زیر بار بیت نبوی ﷺ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ

حَاجُّوا كَمَا اسْتَغْفَرُوا لِلَّهِ

اسْتَغْفَرُوا لَهُمْ لَئِنْ أَرْسَلْنَا

لَهُمْ جُنُودًا أَلْفًا بِآلْفَةٍ

(انعام ۶۲/۴)

اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تو بے محبوب قبلے حضور حاضر ہوں اور اسے ساتی جائیں اور رسول اللہ کی شفاعت فرمائے تو ہر دہائی کو توبہ قبول کرنے والا دم کر نیو لاپاش گئے۔

یہ آیت مبارکہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ بارگاہ مصطفوی علیہ السلام و انشاء میں حاضری تمام حالات میں مطلوب ہے۔ اس لئے کہ فعل (جاءوا) کا جملہ شرطیہ میں واقع ہوا عام پر دلالت کرتا ہے اور ارشاد انھوں (ملا) میں ہے کہ عوام کا بہترین صیغہ وہ ہے جو جملہ شرطیہ میں واقع ہوتا۔ (دعوت ۱۳)

اگر مفسرین نے بھی آیت کریمہ سے یہی عوام سمجھا ہے۔ لہذا آپ دیکھیں گے کہ انہوں نے امام تقی کا مشہور واقعہ اس آیت کے تحت ذکر کیا ہے کہ وہ روزہ

اقدس پر حاضر ہوئے اور انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو تسبیح (بہت زیادہ توبہ قبول فرماتے والا) اور تحییم (جسے حد مہربان) پانچ تین اوصاف سے متعلق ہے۔

۱۔ بارگاہ مصطفیٰ علیہ السلام و انشاء میں حاضری۔

۲۔ اللہ تبارک و تعالیٰ سے مغفرت طلب کرنا۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی اللہ تعالیٰ سے واسطہ کے وسیلے سے مغفرت طلب کرنے والے کے لئے بخشش چاہنا۔

تمام اہل بیت مسلمانوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بخشش کی دعا کرنا قرآن سے ثابت ہے۔

وَأَسْتَغْفِرُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ

وَلِلْمُؤْمِنَاتِ

(محد ۱۹/۴)

اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو۔ (دکنی ایضاً)

### شیخ محمد بن صالح العثیمین کا اعتراض

محمد بن صالح العثیمین نے اپنی کتاب (فتاویٰ حصۃ الموراثۃ ۱۰/۳) میں اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت کریمہ میں (وَأَسْتَغْفِرُ) کا معنی دیکھنا ہے مستقبل کا معنی نہیں دیتا، اللہ تعالیٰ نے (وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذَا ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ) فرمایا بلکہ (وَأَسْتَغْفِرُوا) فرمایا ہے آیت کریمہ وہ بات بیان کر رہی جو کچھ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں ہوا اور وصال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کے لئے مغفرت طلب کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ جب انسان فوت ہو جائے تو تین اعمال کے علاوہ اس کے اعمال منقطع ہو جاتے ہیں جیسے رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صد و چوبیس سال تک دنیا میں رہا اور دعا کرتا تھا جس کے لئے  
دعا کرے انسان کے فوت ہو جانے کے بعد یہ بھی کہہ کر کسی کے لئے دعا  
کئے بخشش کا سوال کرے بلکہ اپنے لئے بھی بخشش کا سوال نہیں کر سکتا اس لئے کہ  
موت کے بعد اب نیک کام نہیں کر سکتا۔

### شیخ مذکور کا رد

میں کہتا ہوں کہ عیشیہ کی اس جرات سے ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اس  
کا رد درج ذیل سطور میں واضح ہو۔  
عیشیہ نے جو یہ کہہ دیا کہ (اذ) فقط زمانہ ماضی برداشت کرتا ہے یہ بات محل  
تفسیر ہے۔ اس لئے کہ (اذ) جس طرح ماضی کے لئے مستقبل ہے اسی طرح مستقبل  
کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور اس کے اور بھی کئی معانی ہیں جنہیں ابن ہشام نے  
معنی الطیب (۱/۸۰-۸۲) میں ذکر کیا ہے۔

اور ازہری نے (اذ) مستقبل کے معنی میں استعمال ہونے پر تہذیب اللہ  
(۱/۱۵۰) پر یہ دلیل ذکر کی ہے کہ "اہل عرب مستقبل کے لئے (اذ) اور ماضی کے  
لئے (اذ) استعمال کرتے ہیں۔" اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَفْعُوزُوا  
اور اس طرح تو دیکھے جب وہ گھبرا  
میں ڈالے جائیں گے۔

سو رد ۱۳۲ (۵۱)  
میں کہتا ہوں قرآن پاک کی مندرجہ ذیل آیات میں (اذ) مستقبل کے لئے وارد ہوا۔  
۱) وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَفْعُوزُوا عَلَىٰ رِجَمٍ  
اور کسی تم کو عجب ہو جائے کہ جب  
صورت گھرنے کے جائیں گے۔

(۲/۲۰)  
۲) وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ أَخْرَجْنَاكَ مِنَ بَيْتِكَ  
اور کسی تم کو عجب میں وقت قائم رہے کہ  
سیول میں ہوں گے۔  
(۱۰/۶)

(۱) وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ أَخْرَجْنَاكَ مِنَ بَيْتِكَ  
اور کسی تم کو عجب میں وقت قائم رہے کہ  
سیول میں ہوں گے۔

(المجاد ۱۲/۲۲)

ابن عیینہ کا یہ کہنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے محض  
طلب کرنا مشکل ہے۔ اس لئے کہ انسان کے فوت ہو جانے کے بعد ماضی میں موتوں کے  
حوالہ محل کا سلسلہ جاری نہیں رہتا۔

میں کہتا ہوں ہمارے آقا رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ سے محض  
طلب کرنا مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے مشکل نہیں ہے۔

۱۔ امام بیہقی نے حیات الانبیاء (ص ۱۵) پر اور امام ابویسی نے اپنی مسند میں  
۲۷۱/۱۰۱ اور ابن قیم نے اخبار امیہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الانبياء احياء و قلوبهم  
انبياء اپنی قلوب میں زندہ ہیں اور  
دل بصلون۔  
نازیں پڑھتے ہیں۔

یہ حدیث صحیح ہے اور شیخ نے الحج (۲۱/۸) میں فرمایا ہے کہ "ابویسی کی سند  
کے راوی ثقہ ہیں اور حدیث کئی سندوں کے ساتھ مروی ہے۔

اس کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَرَرْتُ عَلَىٰ مَوْبِئِ دَهْوٍ  
میں موبئی دھو کے پاس  
فَإِنَّمَا يُعْصِفُنِي فِي دَهْرٍ  
میں اس حال میں گذرا کہ وہ قبر میں  
گھرنے کا ڈنچہ رہتے تھے۔

اس روایت کو امام مسلم نے صحیح مسلم میں (۱۸۲۵/۴) اور امام احمد نے (۱۱۲/۲)  
میں ابویسی نے شرح السنہ میں (۲۵۱۱/۲) پر ذکر کیا ہے اور دیگر محدثین

نے بھی یہ روایت نقل کی ہے۔

ابن قیم نے اپنے مفیدہ فونیہ میں رسولوں کی وفات کے بعد زندگی پر گفتگو کرتے ہوئے کہا:

وَالرَّسُولُ أَكْمَلُ خَلْقِهِ مَنَّةً يَلُوكُ شَكَّ وَهَذَا أَفْهَمُ الْبَيِّنَاتِ  
وَرَبِّكَ اللَّهُ تَعَالَى كَرَمَ رُسُلِهِ زَنْدُكَ كَيْفَ بَعْدَ مَكْنٍ زَمَرَهُ يَوْمٌ أَوْرِي بَاتَ  
تَا بِرَدِّهِ بَارِ بِهْ -

فَلَوْلَا لَمْ يَكُنْ كَانًا بِأَلْفَا تَاغْنُ مِنْ سَفْكَ زَانَا بِأَلْفَا قَلِيلِ كَرَامِ بِلَالِ  
وَأَسَى لَمْ يَنْبَسْ كَرَامِ مَكْنٍ وَفَقِي دَقْلِ كَيْفَ بَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
نَزِيدِ زَمَلِ كَيْفَ حَقَارِ بِهْ -

وَبَانَا عَقْدَ بَلَاغِهِ لَمْ يَنْبَسْ قَبْلَهُ فِي جَعْمَةٍ وَجِيَانِ  
وَأَسَى لَمْ يَمْوِي كَرَامِ كَا حَبْدَ لَحْزِمْ نَبِيْلُ كَرَامِ كَرَامِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
وَمَامُونِ بِهْ -

وَلَوْلَا لَمْ يَكُنْ كَانًا بِأَلْفَا تَاغْنُ مِنْ سَفْكَ زَانَا بِأَلْفَا قَلِيلِ  
وَأَسَى لَمْ يَنْبَسْ كَرَامِ مَكْنٍ وَفَقِي دَقْلِ كَيْفَ بَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
نَزِيدِ زَمَلِ كَيْفَ حَقَارِ بِهْ -

وَأَسَى لَمْ يَمْوِي كَرَامِ كَا حَبْدَ لَحْزِمْ نَبِيْلُ كَرَامِ كَرَامِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
نَزِيدِ زَمَلِ كَيْفَ حَقَارِ بِهْ -

(تصحيح فونیہ میں شیخ ابی یوسفی ۱۴۰/۲)

۲۔ یہ روایت تو اتنے سے ثابت ہے کہ معراج کی رات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تہا  
انبیاء و کرام کی امامت کو اپنی حاکمیت تمام انبیاء و موت کا فائدہ چکھ چکے تھے اور حضرت

موسلی علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نمازوں کے سلسلے میں کئی بار دیکھا اور  
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر کئی انبیاء و کرام سے آسمانوں میں ملاقات فرمائی۔ جس پر  
کایہ حال ہو اس پر دوبارہ زوال، اللہ تعالیٰ سے مغفرت کما لیں کہ تانے کھینچ کر  
بیکہ نماز سرسرا دیا، استغفار اور گریہ زاری ہے۔

۳۔ یہ روایت صحیح ہے کہ نبی کریم زکوة الریح علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:  
حَيَّا قِيَامَ حَيَّا لَكُمْ جَدُّوْنَ بَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
وَيَحْدُثْ لَكُمْ دَوَاقِي خَيْرِكُمْ بَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
تَعْرِضْ عَلَيْنَا اَعْمَالَكُمْ فَاَرَايْتُ سَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
مَنْ خَيْرٌ حُدِّثَ اللَّهُ عَلَيْهِ بَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
وَمَا دَايْتُ مِنْ شَيْءٍ اسْتَفْزَنْتُ اَعْمَالِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
لَكُمْ دِكْحِيَسَ كَيْفَ بَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
كَرْبِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ  
بَارِ بِهْ سَارِ بِهْ سِيدِوَلِ

یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے بارے میں حافظ عراقی طرح التزئیب (۱۹۶/۲)  
میں فرماتے ہیں: "اس کی سند قبیحہ (مردہ) ہے۔ اور امام حنیفی جمیع الزوائد (۱۲/۹)  
میں فرماتے ہیں: "اس حدیث کو بنو زرار نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی صحاح  
کے راوی ہیں" اور اس حدیث کو امام سیوطی نے بھی فضائل کی (۲۸۱/۲) میں  
صحیح قرار دیا ہے۔ امام عراقی اور امام حنیفی کی گفتگو فقط بنو زرار کی سند کے بارے میں  
ہے ورنہ حدیث صحیح ہے جیسے کہ امام سیوطی وغیرہ نے فرمایا، اور میں نے اس حدیث  
پر اپنی کتاب "رقع المنادۃ لخصمہم" احادیث التوسل والزیارات" میں تفصیل  
لکھ چکی ہے۔





بلغت رسالات ربك ، و  
 نصحتك لأممتك و دعوت  
 الی سبیل ربك بالحكمة  
 و الموعظة الحسنة و بعدت  
 الله حتى أنك الميقين ،  
 فصلی الله علیك كشیر  
 كما یحب ربنا و یرضی .  
 اللهم اجعلنا عنایتنا  
 افضل ما جزیئ احدنا  
 من التبیین و المرسلین ،  
 و البعثه المقام المحمود  
 السدی و عدته یغبطه  
 به الاولون و الاخرین ،  
 اللهم صل علی محمد و  
 علی آل محمد كما صلیت  
 علی ابراهیم و علی آل ابراهیم  
 انك حمید مجید . اللهم  
 انك قلت : و تولد الحق  
 ردو انهم اذ ظلموا  
 انفسهم جاءوك فاستغفروا  
 الله و استغفر لهم الرسول

ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 کے کرم بندے اور رسول ہیں۔ میں  
 گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے اللہ  
 تعالیٰ کا پیغام بخوبی پہنچا دیا اور آپ  
 نے اپنی امت کی فتنہ خرابی فرال  
 اور آپ نے اپنے رب کے راستے  
 کی طرف حکمت اور اعلیٰ نصیحت کے  
 ذریعے دعوت دی ، اور آپ نے  
 اللہ تعالیٰ کی عبادت کی پہا نیک کہ  
 آپ کی رحلت کا وقت قریب آ گیا۔  
 ہمارا رب آپ پر بہت زیادہ درود  
 بھیجے جیسے پسند فرمائے ، اسے اللہ  
 تعالیٰ ہمارے نبی کو ہماری طرف  
 سے افضل ترین جزا عطا فرما ، جو  
 انبیاء اور مرسلین میں سے کسی کو  
 عطا فرمائی ہو ، اور انہیں مقام محمود  
 پر فائز فرمائیں کہ تو نے ان سے وہ درود  
 فرمایا ہے۔ جس پر پہلے اور کچھ شک  
 کریں گے۔ اے اللہ تعالیٰ حضرت  
 محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کی  
 اولاد پر درود بھیج جیسے تو نے

لوحید و الله قیاً بأخیراً  
 و قد أنیتك مستغفراً  
 من ذنوبی مستغفراً بلک  
 الی و قد فأسألك یا رب  
 ان توجب لی المغفرة  
 كما أوحيته لمن آتاه  
 فی حیاته . اللهم اجعله  
 اول الشافعين و أنجح  
 المسائلین و اکرم الاخرین  
 و الاولین ، برحمتک یا  
 أرحم الراحمین

حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر  
 درود بھیجا۔ اے اللہ تعالیٰ تو نے  
 ہی فرمایا ہے اور تیرا فرمان کچھ ہے  
 "اگر وہ لوگ ایمان جانوں پر ظلم کر  
 بیٹھیں تو وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر  
 ہوں ، پس اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی  
 دعا کریں ، نبی کرم بھی ان کے لئے دعا  
 مغفرت کریں ، تو خود خدا اللہ تعالیٰ  
 کو توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان  
 پائیں گے۔ میں اپنے گناہوں کو کبھی  
 بخشش کا ملکا طلب کر رہا ہوں کہ آپ (صلی اللہ  
 علیہ وآلہ وسلم) کی بارگاہ میں شفاعت  
 کی آرزو سے حاضر ہو گیا ہوں۔ اے  
 اللہ تعالیٰ میں تجھ سے انجائے ہوں  
 کہ تو میرے لئے مغفرت لازم فرمادے۔  
 جیسے تو نے اس شخص کے لئے بخشش  
 لازم فرمائی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 زلمہ کی ، زندگیاں میں آپ کی خدمت میں  
 حاضر ہوا ، اے اللہ تعالیٰ اسے سب سے  
 زیادہ رحم فرما ، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 و سلم) کو اپنی رحمت پہلا سفارش کر دے

اور کیا یہ ترین سوال کرنے والا نکلیں  
اور بچوں میں سب زیادہ عزت والا  
بنائے۔

پھر اپنے والدین کو کہیں بھائیوں اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کرے اور تھوڑا  
سا آگے بڑھ کر یوں عرض کرے۔

السلام علیک یا ابا بکر  
الصديق السلام علیک یا  
عمرو الفاروق السلام علیک یا  
یا صاحبی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم وضحیعیہ  
وودیویہ ورحمة اللہ و  
برکاتہ۔ اللهم اجز ہامن  
نبیہما وحن الاسلام  
خیروا سلام علیکم  
بما صیرتم فنعیم حقہم الازار  
اللہم لا تجعلہ اخرا للعہد  
من فیہ نبیک صلی اللہ  
علیہ وسلم ومن حرم محمد  
یا ارحم الراحمین۔

عظیمین کی اس بات پر گھٹو باقی رہ گئی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وصال  
فرما گئے ہیں تو تم صورتوں کے علاوہ نیک عمل کا امکان ختم ہو گیا۔۔۔ الخ

میرے گناہوں میں سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ کمالات اور ان کی خصوصیات  
میں جو کس میں نہیں پائی گئیں اور یہی بات اپنی تسمیہ کے اپنی نفیس کتاب "الاصنام  
المسلوی علی شاتم الرسول" میں بھی ہے: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک  
وہ بات قیامت تک بلند ہو رہے ہیں۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ دَعَا إِلَى هَدًى كَانَ لَهُ  
مِنْ الْأَجْرِ مِثْلُ اجْوَرٍ مَنْ  
اتَّبَعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ  
اجْوَرِهِمْ شَيْئًا۔

یہ تمام اعمال جو امت محمدیہ سر انجام دے رہی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھ  
دعوت حق سے وابستہ ہیں اسی طرح اعمال کا ثواب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
پارگاہ میں پہنچتا ہے اور آپ اس سے متعلق ہوتے ہیں باوجودیکہ امت کے اجرو ثواب  
میں بھی کچھ کمی واقع نہیں ہوتی۔

اس درست رائے کے بارے میں فتاویٰ اپنی تسمیہ کی جلد ۱ ص ۱۹۱ میں ہے  
"حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

مَنْ دَعَا إِلَى هَدًى كَانَ لَهُ  
مِنْ الْأَجْرِ مِثْلُ اجْوَرٍ مَنْ  
اتَّبَعَهُ لَا يَنْقُصُ مِنْ  
اجْوَرِهِمْ شَيْئًا۔

امت جو نیکیاں کر رہی ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس کی طرف بلائے والے  
ہیں۔ امتی جو نیکیاں بھی کرتے ہیں اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی امتیوں  
کے اجر میں کمی کے بغیر اس طرح اجر ہے جیسے ان سب کے لئے ہے۔

## زیارت نبوی اور احادیث

احادیث مبارکہ کے دلائل و طرح کے ہیں :

- (۱) وہ احادیث جو مطلقاً زیارت قبور کے حکم پر مشتمل ہیں اس مسئلہ پر اتنی احادیث ہیں کہ حدیث تو ان کو پہنچتی ہیں جیسے کہ "نظم المثنائی فی الحدیث المتواتر" میں ہے :  
انی کنت فہمیتکم عن زیارتہ  
یے شک ہم نے تمہیں قبروں کی زیارت  
القبور و غیر وہاں فاسدہ نہ کرنا  
الاحقرۃ ۔  
زیارت کی کر دو کیونکہ وہ تمہیں عزت  
کی یاد دلاتی ہیں ۔

یہ حدیث حضرت بریدہ ابن الخطاب سے امام مسلم نے (۶۷۲/۲) اور امام احمد نے سند میں (۳۵۵/۵) اور طحاوی میں (۲۸/۲) نقل کی ہے ۔

امام نسائی نے بریدہ کے الفاظ سنن نسائی (۷۳/۲) میں یوں نقل کئے ہیں :  
قال رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم فمن اراد ان يزور  
القبور فليزور ولا تقولوا  
تممنون بات کہنے سے بچو ۔

مجیدؑ ۔

یہ حدیث عام ہے اس لئے کہ فعل شرط کے انداز میں علوم کا فائدہ دیتا ہے ۔  
لہذا زیارت قبور مطلوب ہے ، سفر سے ہو یا بغیر سفر کے ۔ شریعت مبارکہ میں تبدیلیاں  
مکمل نہیں ملے گی (جس سے یہ ثابت ہو کہ فقط سفر کے بغیر زیارت قبور جائز ہے)  
مخالف اگرچہ قبول اور انہوں نے سے بھی مدد طلب کرے تو اسے ایسا نقص نہیں ملے گا ۔  
پھر لفظ زیارت کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوتے ہوئے کہا قصور  
والجسہ ہے اور شارع علیہ السلام زیارت قبور کے لئے ایک جگہ سے دوسری  
جگہ منتقل ہوتے ہوئے پر آمادہ فرما رہے ہیں ۔ اگرچہ کہا جائے کہ ابن تیمیہ نے الرد علی  
الاختصاصی (ص ۷۷) میں کہا ہے کہ "مضمون اصل الاصلیہ و سلم کا ارشاد و گرامی ہے :  
"فوزرو القبور" (قبور کی زیارت کرو) یہ تو صرف مطلق زیارت یا اس کے  
استجاب یا جواز پر دلالت کرتا ہے لیکن زیارت قبور کے لئے سفر کے مستحب یا جائز  
ہونے پر دلالت نہیں کرتا ۔

میری گزارش ہے کہ حدیث میں تو اجازت عام ہے اور کوئی نص اس میں تخصیص  
بھی نہیں کر رہی اور یہ بات طے شدہ ہے کہ جب کوئی چیز ثابت ہوتی ہے تو اپنے  
تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے ۔ اب اگر زیارت قبور کا فعل سفر کے ذریعے  
ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے سے ہے تو اس سفر سے منع کوئی نص نہیں ۔

اختلاف راستے کے وقت شریعت ہی مرجع ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

فَاِنْ تَنَادَيْتُمْ فِي شَيْءٍ فَعُدُوْهُ  
اِلَى اللّٰهِ وَ اِلَى الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ  
تَوْفِقُوْنَ بِاللّٰهِ وَ اَلْيَوْمِ  
الْآخِرِ . ذٰلِكَ خَيْرٌ لِّمَنْ احْسَنَ  
تَاْوِيْلًا . (النساء ۵۹/۲)

پس اگر تم میں کسی بات کا الجھلاوٹے  
تو اسے اللہ اور اس کے رسول کے پاس  
رجوع کرو ، اگر اللہ اور پیارے کے  
دل پر ایمان رکھتے ہو ، بہتر ہے اور  
اس کا انجام سب اچھا ہے ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر کو زیارت کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور یہ  
ایسی نسی ہے جس میں تاول کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ امام سلم نے اپنی صحیح (۲/۱۹۸۸) میں  
روایت نقل کی ہے کہ:

إِنَّ رَجُلًا ذَا رَأْيَةٍ كَانَ فِي نَفْيَةٍ  
أَخْرَجْنِي فَأَرْصَدَ اللَّهُ عَسَلِي  
مَذْجَةً مِلْكًا دَهْمًا أَقْبَى عَلَيْهِ  
قَالَ: أَيْنَ مُرِيدُ؟ قَالَ: أُرِيدُ  
أَخْلِي فِي بَلَدٍ الْعَرَبِيَّةِ قَالُوا:  
هَلْ لَكَ عَلَيْهِ مِنْ نَفْعَةٍ  
تُرِيدُهَا؟ قَالَ: أَلَا أَرَأَيْتَ  
أَحْبَبْتَهُ فِي اللَّهِ فَقَالَ: إِنْ  
رَسُولَ اللَّهِ الْمَيْتَ فَبَانَ اللَّهُ  
أَحْبَبْتَ كَمَا أَحْبَبْتَهُ.

ایک شخص اپنے بھائی کی ملاقات  
کرنے دوسری رستی میں گیا، اللہ تعالیٰ  
نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ قرار  
کر دیا، جب وہ شخص اس فرشتے کے  
پاس پہنچا تو اس نے پوچھا، کہاں کا آؤ؟  
سے؟ کہنے لگا میرا ایک بھائی تھا اس گاؤں  
میں ہے، اس کے پاس جانے کا لہو  
ہے، فرشتے نے کہا کیا تمہارا اس پر کوئی  
احسان ہے؟ جس کی تکمیل تیرے ہو؟  
اس شخص نے کہا نہیں مجھے اس سے  
اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے علاوہ محبت  
ہے، فرشتے نے کہا، کہ مجھے اللہ تعالیٰ  
نے تیرے پاس بھیجا ہے بے شک  
اللہ تعالیٰ کو تم سے محبت ہے، یہی تمہیں  
اپنے بھائی سے محبت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف سفر کو زیارت  
کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے۔ اس بنا پر زیارت کا لفظ سفر اور غیر سفر دونوں کو شامل  
ہے اس لئے زیارت کے لفظ کو اس کی دو اقسام میں سے ایک قسم یعنی غیر سفر کے

۴۱ میں ہی رو کر دینا سیدنا زوری ہے اور شریعت کے اصولوں کی مخالفت ہے۔  
اسلم ہا صواب!

۵۰۰

حافظ ابو زرعہ عراقی نے طرح التشریب (۲/۶) میں کہا ہے کہ میرے والد (حفظ)  
ابن اللہ عراقی (رحمۃ اللہ علیہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ وہ شیخ زین الدین عبدالرحیم ابن حبیب  
ملی حبلی کے ہمراہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے شہر کی طرف روانہ ہوئے، جب پھر کے  
قرب پہنچے تو شیخ زین نے کہا میں نے حضرت خلیل اللہ کی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت  
کی ہے تاکہ ابن تیمیہ کے الزام سے بچ سکوں۔ میں نے کہا: کہیں نے حضرت ابراہیم  
علیہ السلام کے مزار اقدس کی زیارت کی نیت کی ہے اور پھر اس (شیخ زین الدین)  
سے کہا آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ہے اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا ہے: عرفین مسجد کی طرف سامان سفر باندھا جائے اور رستے  
چوتھی مسجد کی طرف سامان سفر باندھا ہے، جبکہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی  
پیروی کی ہے اس لئے کہ آپ نے فرمایا ہے: زیارت قبول کرو۔ کیا اس سے تم کو شک  
فرمایا ہے سوائے انبیاء کی قبروں کے؟ (شیخ ولی اللہ فرماتے ہیں، کہ شیخ زین الدین  
بہوت ہو گئے۔)

عراقی کبیر شیخ ولی اللہ حافظ الحدیث، فقیہ اور ماہر اصول تھے۔ اللہ تعالیٰ ان پر  
خاص رحم و کرم فرمائے۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت بروایت کرنے والے  
حدیثیں ہیں، اس موضوع پر بہت سی حدیثیں ہیں جنہیں ابن تیمیہ، عبدالحق ابن عسلی،  
تقی الدین سبکی اور سیوطی جیسے ائمہ نے صحیح یا حسن قرار دیا ہے اور امام ذہبی کی عبارت

بھی حدیث کے حسن ہونے کی صراحت کرتی ہے جیسے امام بخاری نے المقاصد الحسنہ میں نقل کیا اور برقرار رکھا۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے بارے میں احادیث پر گفتگو کا شرف رفع المناقبہ فی تصدیق احادیث التوسل والزیارۃ کھ صورت میں عطا فرمایا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے جس کے فضل و کرم سے ہی نیک کام پانچ نیکول کو پہنچے ہیں بعض احادیث مختصر تشریح کے ساتھ درج ذیل ہیں:

مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي

اقدس کی زیارت کی اس کے لئے میری

شفاعت واجب ہوگئی۔

اسے امام قاطنی نے (۲۷۸/۲) اور امام دولابی نے الشک فی الاسماء

(۶۲/۲) میں امام بیہقی نے شعب الایمانی (۱۷۰/۳) میں خطیب نے تخفیف المشابہ

(۵۸۱/۱) میں اور عیسیٰ نے (۱۷۰/۲) میں اور ابن عدی نے (۲۳۵۰/۶) وغیرہ نے نقل کیا ہے۔

سب کے سب مختلف سندوں کے ساتھ، موسیٰ بن ہلال عبدی سے راوی ہیں، وہ عبید اللہ بن عمر اور عبید اللہ بن عمر سے اور وہ دونوں نافع سے وہ ابن عمر سے مروی روایت کرتے ہیں یہ سند حسن ہے خواہ موسیٰ بن ہلال نے عبید اللہ سے روایت کی ہو یا عبید اللہ سے۔ دونوں طرح حسن ہے، اور موسیٰ بن ہلال پر میں نے رفع المناقبہ میں تفصیل گفتگو کی ہے۔

اس مختصر رسالہ میں الاکمل (۳۵۰/۶) میں مذکورہ ابن عدی کا قول ہی کافی ہے کہ یہ اضافہ ہے کہ اس سند میں کوئی غامی نہیں، ابن ہلال کو ابن عدی کے علاوہ کچھ لوگوں نے جموں ہی قرار دیا ہے لیکن یہ درست نہیں، وہ امام احمد کے شیخ

سے ہیں اور وہ اکثر ثقہ ہیں۔

ابن ہلال کے بارے میں ان (۲۷۶/۴) میں مذکور حافظ ذہبی کا قول تمام اقوال

مطابق ہے: "هو صالح الحديث" (ان کی روایت قابل قبول ہے)۔

حاجت و طریقوں سے ثابت ہے۔ موسیٰ بن ہلال کی عبید اللہ ربیعہ اور حافظ

ہیں) سے روایت اور عبید اللہ بن عمر سے (ان کی حدیث حسن) اور اس حدیث کو

صرف عبید اللہ بن عمر عمری سے مروی ثابت کرنا، جیسے کہ ابن عبد اللہ بن النصار

المنسکی میں کی ہے غلط ہے اور یہ الہانی جو ابن عبد اللہ کا ہم مسلک ہے وہ بھی

موسیٰ بن ہلال کی دونوں روایتوں کو تسلیم کرتا ہے اس کی ادوار (۳۳۷/۴) حافظ

کیسے فرض کریں موسیٰ بن ہلال نے صرف عبید اللہ بن عمر عمری سے ہی روایت کی

ہے تو اس میں بھی کوئی قباحہ نہیں کیونکہ عبید اللہ بن عمر عمری حسن الحدیث ہیں۔

اور ان کے بارے میں خلاصہ اقوال کے طور پر المغنی (۲۴۸/۱) میں حافظ

ذہبی کا یہ قول ہے: "صَدَقَ حَسَنُ الْحَدِيثِ" وہ سچے ہیں اور ان کی روایت

کردہ احادیث حسن ہیں۔

امام ذہبی نے دو کتابوں الکشاف (۹۹/۲) اور التیوان (۱۲۲) میں عبید

بن عمر عمری کا یہ دو توشیح میں مذکورہ دونوں عبارات پر لکھا ہے۔

ازم بخاری نے النفعۃ الاطیفة (۳۶۲/۲) میں فرمایا ہے: کان صالحاً

حلیاً صالحاً الحديث (وہ صالح عالم تھے اور ان کی روایت کردہ حدیث قابل قبول

ہے)۔

امام ذہبی نے اپنے رسالہ جزء من تکلم فیہ و هو موفق (ص ۱۱۲) میں

امت ابن عمر عمری کا ان راویوں میں ذکر کیا ہے جن میں لوگوں نے کلام کو کیا ہے مگر وہ

نہیں۔ جب ابن عمر عمری کا حسن الحدیث ہونا ثابت ہو گیا تو نافع سے ان کی روایت بہت

قوی ہوگی، اور یہ بارے پر یہاں انہوں نے نافع سے ہی روایت کی ہے، امام عثمان بن مسعود راوی فرماتے ہیں: میں نے ابن عیین سے پوچھا: ابن عمر (رضی) کی نافع سے روایت کیسی ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: **صالح بفتح صاء زود صالح اور ثقہ تھے** (الکامل ۱۴۵۹/۲)

سابقہ گفتگو کا حاصل یہ ہے کہ حدیث حسن اور جید الاسناد ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔  
۲۔ **صحت صلی علیہ عند بقری** جس نے ہمارے مزار شریف کے سماعت و وصفت صلی علیہ نائباً یُلفضنا اور سب سے ہم پرورد و بچیا وہ ہم نے سنا اور سب سے دور سے ہم پرورد و بچیا وہ ہمیں پہنچایا جاتا ہے۔

اس حدیث کو ابوشیخ الاصہبانی نے الثواب میں روایت کیا ہے، دیکھیے القول البدیع ص ۱۵۴ الآئی ۲۸۳/۱۵ میں مذکور ہے۔

ابویشیخ نے فرمایا ہمیں یہ حدیث عبدالرحمن بن احمد الاعرج نے حسن مصباح سے روایت کی انہوں نے ابو معاویہ سے انہوں نے اشعث سے انہوں نے ابوصالح سے انہوں نے حضرت ابومرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کی۔

میں کہتا ہوں، ابوشیخ اصہبانی کے شیخ کے علاوہ سند کے تمام راوی مصباح کے راوی ہیں اور ابوشیخ نے اپنے اس شیخ کے حالات طبعات الخیرین (۵۸۱/۳) میں اور ابونعیم نے اجلاء اصحابان (۱۱۳/۲) میں بیان کئے ہیں اور ان دونوں نے ان پر کوئی حرج و تعدیل نہیں کی۔

اور محمد بن ابی ایک جماعت نے ان سے روایت کی ہے جن میں حافظ ابوشیخ اصہبانی بھی شامل ہیں۔

اس حدیث کے راوی الاعرج ہر بارے میں زیادہ سے زیادہ یہی کہا

حافظ ہے کہ وہ مستور ہیں لیکن اس کے باوجود ابن حبان کی شرط پر پورے آتے۔ حالانکہ اس قسم کے راوی کی حدیث کو مجہور و مخفی بن قبول کر لیتے ہیں جب تک ایسا راوی اوثق (زیادہ ثقہ) راوی کی مخالفت نہ کرے یا زیادہ ضعیف ہو کہ کم ضعیف ان مخالفت نہ کرے۔

حافظ ذہبی نے میزان (۲۶۱/۳) میں فرمایا ہے: کہ بخاری و مسلم کے راویوں کی ایک بڑی تعداد کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ کسی نے ان کی توثیق کی مراعیت کی ہو اور مجہور کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص متاخر میں سے ہو اور محدثین کی جماعت نے اس سے روایت کی ہو اور ایسی حدیث روایت نہ کی ہو جس کا انکار کیا گیا ہو ایسے شخص کی حدیث صحیح ہے اور ذہبی نے میزان (۹۳۱/۲) میں یہ بھی فرمایا ہے: شیخ (اعرج) مستور الحال ہیں نہ ان کی توثیق کی گئی اور نہ ہی تضعیف، لہذا ان کی حدیث قابل قبول ہے۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ اس حدیث کی سند قوی ہے، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ اس کی سند جیسے جلیا کہ القول البدیع (ص ۱۵۴) میں ہے اور ان کے شاگرد حافظ سخاوی نے بھی اس کو برقرار رکھا۔

اس حدیث کی ایک اور سند بھی تھی جس میں ایک راوی محمد بن مروان اسدی الصغیر متروک ہیں اور اس کی آخری سند کو ابن تیمیہ نے ذکر کر کے اس حدیث کو الاختصاصی (ص ۱۳۴) میں موضوع قرار دیدیا۔ ابن عبدالحادی پر چونکہ اس کی تقلید لازمی تھی لہذا اس نے بھی اس حدیث کو موضوع قرار دیا اور یہ بات گزر چکی کہ حق و صواب ان دونوں کے ساتھ نہیں۔

۳۔ وہ حدیث جسے حاکم نے محمد بن اسحاق سے روایت کیا وہ سید بن ابی سعید مقبری وہ عطاء مولیٰ ام حبیبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابومرہ

شری افراتھالی نے کہا کہ یہ کہتے ہوئے سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَيْسَ بِعَلَى عَيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

حُكْمًا عَدْلًا وَلَا مَنًا مَقْصُطًا

وَلَيْسَ لَكَ نَجَاحٌ حَاجًا أَوْ مَعْتَمَرًا

أَوْ بَنِيَّةً صَمًا وَلَا يُبَايِنُ

قَبْرِي حَتَّى يَسْلَمَ عَلَيَّ وَ

لَا رَدَّكَ عَلَيَّ

حاکم نے فرمایا اس حدیث کی سند صحیح ہے لیکن بخاری و مسلم نے اسے اس انداز

میں روایت نہیں کیا اور ذہبی نے بھی اس تصحیح کو تسلیم کیا ہے۔

اس حدیث کی اور بھی سندیں ہیں لیکن ابوزرہ سے الحلل (نمبر ۷۷۷) میں

اسی سند کو ترجیح دی ہے۔ یہاں محمد بن اسحاق کا سامع کی نشاندہی نہ کرنا نقصان دہ

نہیں۔

۴۔ عَنْ زَارِدِي فِي مَعَانِفِ

كَعْبَتِ زَارِدِي فِي حَيَاتِي وَ

مَنْ زَارِدِي حَتَّى يَبْتَعِي

إِلْحَاقَ قَبْرِى كُنْتُ لَهُ

مُتَّعِيذًا أَيْدِمَ الْقِيَامَتَا

جس شخص نے ہماری وفات کے بعد

ہماری زیارت کی وہ اس شخص کی

طرح ہے جس نے ہماری قادی زندگی

میں ہماری زیارت کی اور جو ہماری

زیارت کے لئے ہمارے مزار اقدوس

میں پہنچا اجم قیامت کے دن اس

کے لئے سفارش کریں گے۔

عسکری نے الضعفاء (۲/۴۵۷) میں اسے نقل کیا ہے اور فضالہ بن سید

بن زبیل ماری اور ان کے شیخ محمد بن یحییٰ بن قیس ماری کی وجہ سے اس حدیث کو

مطلوب قرار دیا ہے۔

عسکری نے پہلے راوی کے بارے میں کہا ہے کہ: ان کی حدیث غیر معروف اور

یہ صرف انہی سے مروی ہے۔

جبکہ دوسرے راوی محمد بن یحییٰ بن قیس کو دارقطنی نے سوالات البزقانی (ص ۴۹)

اور ابن حبان نے (۲۵/۹) میں ثقہ قرار دیا ہے۔ لیکن ابن عدی نے اپنی کتاب

الاکامل (۲۳۲۹/۶) میں محمد بن یحییٰ پر تنقید میں زیارت کی ہے۔ اور حافظ ذہبی نے

ابن عدی کی تنقید کو اہمیت نہ دیتے ہوئے الکاشف (۳/۹۵) میں فرمایا ہے: وہ

ثقة ہیں:

یہ سند فضالہ بن سید ماری کی وجہ سے ضعیف ہے اور عسکری کا کہنا ہے کہ یہ

نہ لین اور سب سے کم ضعف والی حدیث ہے۔

روضہ رسول کی زیارت کے بارے میں اور بھی کئی حدیثیں موجود ہیں جنہیں

میں نے دفع المناہاتہ میں ذکر کیا ہے اور حافظ صلاح الدین کیگیری طائفی

شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی روضہ رسول کی زیارت کے موضوع پر ایک رسالہ ہے۔

جس میں انہوں نے احادیث زیارت پر گفتگو فرمائی ہے۔

## زیارت نبوی اور اجماع

قاضی عیاض اپنی تصنیف "اشعار بمعرف حق مصطفیٰ" (۲/۲۶۷) میں فرماتے ہیں: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کی زیارت مسلمانوں کے اعمال میں سے ایسا عمل ہے جس پر اجماع ہے اور یہ ایسا فضیلت کا کام ہے جس کی تزیین دینی گئی ہے۔"

اور انہوں نے دوسری جگہ (۷۵/۲) ابن عبد البر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: الزیارة صاحبہ جین الناس لوگوں کے درمیان ایک دوسرے واجب مشد اطمنی الی قدیرہ کی زیارت مبارک ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مقدس کی طرف سفر کرنا واجب ہے۔

امام نووی اور امام سبکی نے بھی سفر کے مستحب ہونے پر اجماع کی تصریح کی ہے۔ شوکانی نے "نیل الاوطار" (۱۱۰/۲) میں کہا: کہ جس نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کو جانزوار دیا اس نے وہی ہے کہ حج کا ارادہ کرنے والے مختلف مذاہب اور علاقوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کا دستور رہا ہے کہ زیارت روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مدینہ منورہ پہنچتے تھے۔ اس پر سب

۱۰۰ سالہ مسلمان اس اجماع کو افضل اعمال میں سے شمار کرتے تھے۔  
امام شافعی ابو الخوات عبد الحمی کہتے ہیں: "ابراہیم الخواتی واقعہ فی  
۱۰۰ سالہ لغت میں لکھتا ہے:

روضہ اقدس کی زیارت کے بارے میں امت کے علماء اور ائمہ میں سے  
تفہیم کے زمانے تک کسی نے عدم حجاز کا فتویٰ نہیں دیا بلکہ سب نے بالاتفاق  
اصل ترین عبادتوں اور بلند ترین اعمالوں میں سے شمار کیا ہے۔ اسلاف نے  
اس بات میں ضرور اختلاف کیا ہے کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت مستحب  
ہے یا واجب۔ بہت سے علماء نے فرمایا کہ مستحب ہے۔ جبکہ بعض مائیکہوں اور  
اہل ظاہر نے روضہ رسول کی زیارت کو واجب قرار دیا ہے۔ اگر حضفیوں نے فرمایا:  
کہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت واجب کے قریب ہے۔ اور حضفیوں کے  
ہاں جو پر واجب کے قریب ہے وہ واجب کے حکم میں ہے۔ سب سے پہلے جس نے  
اجماع کی صحیح راہیں اور ایسی بات کہی جو اس سے پہلے کسی ذی علم نے نہیں کی۔  
وہ ابن تیمیہ ہے۔

روضہ اقدس کی زیارت کے لئے سامان سفر باندھنے کے مشورہ پر نہ صرف  
اہل مرتبہ کا اجماع ہے بلکہ اس پر علماء کی بہت زیادہ جماعتوں نے اعتماد کیا ہے  
اور اس اجماع کو امت نے نسل در نسل نقل کیا ہے۔ یہ کہنا کہ عالم اسلام کے مسلمان  
روضہ اقدس کی نہیں صرف مسجد نبوی کی زیارت کرتے تھے قطعاً باطل اور مضحکہ خیز ہے۔  
آپ جانتے ہیں کہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر  
ہے۔ مسلمان اتنا بڑا ثواب کیسے چھوڑ سکتے ہیں؟ مسلمانوں نے صرف اسی کو کفایت نہیں  
کیا بلکہ انہوں نے اپنے آپ کو سفر کی شقت میں ڈالنا اور مال صرف کیا۔ تکلیفیں اور  
مشقتیں برداشت کیں۔ کیا آپ کو یہ ہے کہ یہ سب کچھ کوئی؟ کیا یہ سب کچھ مسجد



نبوی میں نماز پڑھنے کے لئے ہے؛ جس کا ثواب مسجد حرام کی نماز کا سو دس حصہ ہے۔ ہرگز نہیں، مسلمانوں نے تو ایک ہی غرض سے سفر کیا اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارگاہِ حاضری اور رضائیں کی زیارت، نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف فرما ہونے والی جگہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک سے لگنے والی چیزوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہذیب و تمدن کی سعادت حاصل کرنے والے زمین کے ٹکڑوں کی زیارت کہتے ہوئے بڑے برکت حاصل کریں۔

ب. لَا تُشَدُّ الرِّجَالُ إِلَّا بِمَا تُحِبُّونَ. (صحيح مفهوم)

ابن تیمیہ نے رد فتنہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لئے سفر کو منوع  
رہا ہے اور کھلم کھلا کہا ہے کہ یہ سفر گناہ ہے اور اس سفر میں نماز، قصر میں  
کھانے کی۔

۱۰۔ اس نے بڑی کثرت سے ابن تیمیہ کی اس بات کا رد کیا ہے۔ حافظ ابن حجر  
فتح الباری شرح بخاری (۲/ ۶۶) میں فرماتے ہیں: یہ مسئلہ ابن تیمیہ سے منقول  
مسائل میں سے مکروہ ترین مسئلہ ہے۔ اور اسی طرح حافظ ابو زرعہ عراقی نے بھی۔  
۱۱۔ الاجوبۃ المکیۃ اور طوطی المستغیب (۲/ ۶) میں ابن تیمیہ کا رد  
کتاب ہے۔

اس موضوع میں ابن تیمیہ کی معتد ترین دلیل یہ حدیث ہے ۔

لا تشد الرجال الا الى ثلاثة  
 مساجد، المسجد الحرام و  
 المسجد الاقصى و مسجدى  
 هذا.

فمن مساجدكم علاوة على مسجدك  
 ارف سامان سفر تہیں باندھا گیا  
 مسجد بگرام، مسجد اقصی اور بھاری  
 مسجد۔

ابن تیمیہ کا اپنے موقف پر مذکور وجہ پیش سے استدلال کرنا محض نظر ہے۔ کیونکہ یہ جہاں ابن تیمیہ کے موقف پر ہرگز دال نہیں کسی اور بات پر دلالت کر رہی ہے۔ اس کا جواب متعدد وجوہ سے ہے۔

امام بھی فرماتے ہیں: سفر و طرح کا ہے، ایک وہ جس کا باعث ہو شکار علم کی جستجو اور والدین کی زیارت اور اس جیسے دیگر سفر ہیں۔ یہ سفر بالاتفاق جائز ہیں۔ دوسرا وہ سفر ہے جس کا مقصد کسی خاص مقام پر جانا ہے۔ جیسے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ یا بیت المقدس کا سفر۔ حدیث ان سب پر مشتمل ہے۔

لیکن حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی نیت سے سفر کرنے والا اس حدیث میں داخل نہیں کیونکہ اس نے کسی قطعہ ارضی کی تعظیم کی نیت سے سفر نہیں کیا بلکہ اس، سنی کی زیارت کی نیت سے سفر کیا جو اس سرزمین میں موجود مساجد میں، تو یہ سفر حدیث میں قطعاً داخل نہیں بلکہ غور سے دیکھیں تو یہ صورت پہلی قسم میں داخل ہے۔ (شفاء المستقام ص ۱۲۱)

تیسری وجہ

حدیث میں مذکور ممانعت تحریم کے لئے نہیں، اور ان تین مسجدوں کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ زیادہ فضیلت والی ہیں۔ کیونکہ یہ انبیاء کی مسجدیں ہیں۔ جس شخص نے ان تین مسجدوں کے علاوہ زیارت کی نذر مانی کیا اس پر نذر پلائی کرنا لازم ہے یا نہیں؟

علامہ خطابی نے فرمایا: یہ حدیث (لا تشد الرحال) نذر کے بارے میں ہے۔ کوئی انسان یہ نذر مانتا ہے کہ وہ کسی (خاص) مسجد میں نماز پڑھے گا، اگر چاہے تو اس مسجد میں پڑھ لے اور اگر چاہے تو کسی اور مسجد میں پڑھ لے۔ لیکن اگر ان تین مسجدوں میں سے کسی ایک مسجد میں نماز پڑھنے کی نذر مانی تو اسی مسجد میں نذر پوری کرنا لازم ہوگا۔ (معاذ السنن ص ۴۲۲)

امام نووی نے شرح مسلم (۱۰۶/۹) اور علامہ ابن بطال نے اسی بات کی تائید کی ہے، اور حلیوں کے امام ابن تدراس نے بھی المغنی (۱۰۳/۱۰۳) میں یہی فرمایا ہے۔

حدیث (لا تشد الرحال) میں مذکور ممانعت حرمت پر دلالت نہیں کرتی۔ اس کے دلائل ورج ذیل ہیں۔

۱۔ وہ روایت جو صحیح سند کے ساتھ مروی ہے اور اس کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (بخاری، ماؤکبت الیہم المرء اھل) اسے امام احمد (۳۳۶/۳) اور بزاز نے کشف الاستار (۴/۲) اور حواہی نے مشکل الآثار میں نقل کیا ہے۔

۲۔ شیخ محمد بن شیبہ نے اخبار المدینہ (۴/۱) میں صحیح سند اور ثقہ راویوں کے ساتھ حضرت سعد بن وقاص سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

لو یعلون ما فی قبایعنا لربنا  
الیہم اکباد الإبل - اگر لوگ جاننے کہ مسجد نبی میں کیا فضیلتیں ہیں تو اس کے لئے اونٹوں کے حجر گھملا دیتے۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں فرمایا: اس کی سند صحیح ہے۔ ابن ابی شیبہ نے مصنف (۳۷۳/۲) میں، اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف (۱۳۲/۵) میں اور ابن شیبہ نے اخبار المدینہ (۴/۱) میں حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی ہے۔

لو کان مسجد قبایع فی افق  
من الاتفاق لضررنا الیہ - اگر مسجد قبایع زمین کے کسی کنارے پر ہو تو ہم اس کی خاطر اپنی سواریوں کے حجر گھملا دیتے۔  
اس کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام احمد نے سند (۳۹۷/۶) میں مریدین عبداللہ بن ابی کی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد طویل میں نماز کی نیت سے جا رہے تھے۔ میں ان سے ملا اور کہا کہ اگر میں آپ کو سفر سے پہلے ملتا تو آپ سفر نہ کرتے۔ انہوں نے پوچھا کیوں! تو میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ: یقین مسجدوں کے علاوہ کسی مسجد کی طرف سامان سفر نہ باندھا جائے مسجد حرام، مسجد اقصیٰ اور یہ بیماری مسجد۔

حضرت ابوہریرہؓ حضرت ابوہریرہؓ سے ملے اور حضرت ابوہریرہؓ نے ان کو حدیث سنانی لیکن حضرت ابوہریرہؓ اس حدیث کو سن کر بھی سفر سے واپس نہیں ہوئے۔ اگر حضرت ابوہریرہؓ اس حدیث سے حرمت کا مفہوم درست سمجھتے تو واپس ہو جاتے بلکہ گھر سے ہی نہ نکلتے۔ لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا حالانکہ وہ خود اس حدیث کے راویوں میں سے ہیں۔ ان کا گھر سے نکلنا اور حدیث شریف سن کر بھی واپس نہ آنا اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ کے نزدیک حدیث شریف میں ذکر نہی تحریم کے لئے نہیں ہے۔

صحابہ کرام کے فہم کے بعد کس حجت کس برہان اور کس دلیل کی ضرورت ہے؟

## روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم لہذا وداعہ

روضہ رسول کے قریب دعا اسلاف کی سنت ہے جس پر بعد والے علماء بھی

عمل کیا ہے۔

امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے مصنف (۵۵۷/۲) میں فرمایا کہ زید بن حباب کو ابوہریرہؓ نے حدیث بیان کی، انہوں نے کہا مجھے زید بن عبدالمطلب ابن قیسط نے بیان کیا:

روایت نضر بن اصحاب النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم اذا  
خلاہم المسجد قاموا الی  
وہم انما المنبر فمضوا  
و دعوا: قال: وروایت یزید  
یفعیل ذلک  
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ  
صحابہ کرام کو دیکھا کہ جب ان کے لئے  
مسجد خالی ہو جاتی تو منبر کے لڑکے  
پس کھڑے ہوتے اسے چھوتے اور  
دعا کرتے۔ ابوہریرہؓ دیکھتے ہیں کہ  
میں نے زید بن عبدالمطلب کو بھی اسی  
فرع کرتے دیکھا

شفا شریف میں ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

کان یرفع یدیم عند القبر روضہ رسول کے قریب (وداعہ کے

لئے) ہاتھ اٹھاتے تھے۔

(تیسری حدیث ۵۱۷/۲)

امام نووی کی تصنیف "روس المسائل" میں ہے کہ حافظ ابو موسیٰ اصہبانی نے بھی امام مالک سے اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے۔

مقتدرین مالکیوں میں سے ابن حبیب نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

علامہ تاجری "الشریعہ" میں بیان فرماتے ہیں کہ امام ابیہ حری نے مالک سے کہا میں فرمایا "کتابہ شریف کی طرف پشت کر کے وضو شریف کے درمیانی حصہ کی طرف رخ کریں۔ یہاں انہوں نے سلام اور دعا کا بھی ذکر کیا ہے۔ امام ابیہ حری اکثر اسلاف میں سے کئی فنون کے ماہر اور بہت سی تعابیف والی شخصیت ہیں۔ انہوں نے ۲۸۵ھ میں وفات پائی۔ اللہ تعالیٰ ان پر رحمتیں نازل فرمائے۔ اس کے علاوہ فقہ کی کتابوں میں حج کے ابواب اور مناسک حج کے بارے میں بھی کئی کتب کا مطالعہ فرمائیں۔ آپ دیکھیں گے کہ سب کے سب وضو رسول کی زیارت کے وقت دعا کا تذکرہ کرتے ہیں۔

سلطان العلماء عز الدین بن عبد السلام اعلیٰ فرماتے ہیں:

إذا أردت صلاة خلافتك  
حجرتك وادع ظهرك ولعين  
يديك وتأدب معصم بعد  
وفاتك ادبك معصم في حياته  
لو ادركتها فاخت لم تفعل  
فانصرك خيرون مقامك۔  
اگر تم نماز پر نذر جناح ہو تو وضو رسول کی  
کوس پشت درگنا اور نہ ہی اپنے سامنے  
بلکہ اس طرح بادوب رہو جیسے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم کی (ظاہری) زندگی میں تہیں  
حاضر کی سعادت تھی تو تم آج تب پیستے۔  
اگر تم ایسا نہ کر کے تو تمہارا وہیں پہنچنا  
حاضر رہنے سے بہتر ہوگا۔

کتاب المغنوں کے مصنف ابو الوفا ابن علی جنید اور ابو محمد ابن قدامہ نے (مغنی

۵۹) میں درود شریف کی طرف رخ کرنے کی تصریح کی ہے اور المغنی جنیدوں کا قبول ترین کتابوں میں سے ہے (الایضاح ۵۱۴)

امام قحی الدین بک نے شفاء السقام (ص ۱۵۲) میں فرمایا ہے کہ مالکی اور حنبلی علماء کی اکثریت نے سلام اور دعا کے وقت درود شریف کی طرف رخ کرنے کو درست فرمایا ہے۔ امام خطابی نے بھی شرح شفاء (ص ۱۵۱/۳) میں اس بات کی تائید کی ہے۔

امام احمد جنید رحمہ اللہ تعالیٰ نے درود رسول (صنی اللہ علیہ وسلم) کے سامنے دعا کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے اپنی ضروریات کا سوال عرض کرو۔ اللہ کریم کی طرف سے ہر حاجت پوری ہوگی۔ ابن تیمیہ کی "الردۃ علی الاختلاف" (ص ۱۶۸) میں اسی طرح ہے۔ علامہ ابن تیمیہ نے درود رسول کے قریب دعا کے بارے میں ایک گروہ کا ذکر کیا ہے۔ جس میں کئی صحابہ، امام مالک، امام ابو حنیفہ، اور امام انس بن مالک کے اساتذہ گرامی بھی مذکور ہیں، اور مذکورہ کتاب (۱۶۸-۱۶۹) میں درود رسول کے سامنے دعا کے حوالے سے کئی دیگر اسلاف کا تذکرہ بھی کیا ہے۔

ابو بکر اشرف فرماتے ہیں: "میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھا کیا وضو رسول کو چھوٹا اور اس پر ہاتھ پھیرنا درست ہے؟ تو انہوں نے فرمایا یہ بات میرے علم میں نہیں ہے۔ میں نے عرض کی ممبر شریف کو چھوٹا اور اس پر ہاتھ پھیرنا کیسا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: ہاں ممبر کے بارے میں روایت آئی ہے۔ ابو عبد اللہ نے فرمایا: یہ ایسی بات ہے جسے علماء دین الی فیک سے وہ ابن ابی ذئب سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ممبر کو چھوٹے تھے۔ اور انہوں نے فرمایا: محدثین اس بات کو سید بن جبیب سے ممبر شریف کے ٹوکے بارے میں بھی روایت کرتے ہیں، میں

دالو بکرا ترم) نے ان سے عرض کی۔ اسی بات کو محدثین بخاری بن سعید سے بھی روایت کرتے ہیں کہ وہ عراق جانے کا ارادہ رکھتے تھے۔ تو وہ منبر رسول کے پاس آئے اور محبت سے اسے ہاتھ لگایا اور دعا بھی کی۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ منبر رسول کو ہاتھ لگائے اور اس کے قریب دعا مانگنے کو درست سمجھتے ہیں۔ پھر انہوں نے فرمایا کہ شاید لوگ ضرورت اور مصیبت کے وقت ایسا کرتے ہوں۔

حضرت ابو عبد اللہ سے عرض کی گئی کہ کچھ لوگ روضہ رسول کی دیوار کے ساتھ سیٹ لگائے ہوئے ہیں۔ اور میں نے ان سے گزارش کی، کیا آپ نے اہل مدینہ کو ملاحظہ فرمایا؟ کیا وہ کس کے قائل نہیں تھے؟ اور وہ لوگ ایک طرف کھڑے ہو کر سلام عرض کرتے تھے۔ حضرت عبد اللہ نے فرمایا: "ہاں ابن عمر اس طرح سلام پیش کرتے تھے۔"

پھر ابو عبد اللہ نے یہ کیا بات کہی۔ میرے مامی باب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر فدا ہوں۔ اگر تھائی آپ پر محبت کاملہ اور بکثرت سلام بھیجے۔

دارودعلی الاختصاص ص ۱۶۹

## فائدہ

حافظ ذہبی کی معجم المشیوخ (۱/۴۴۴) میں عبید اللہ سے روایت ہے وہ نائف سے اور وہ ابن عمر سے روایت کرتے ہیں۔ کہ وہ روضہ رسول کو چھو تا پائندہ جانتے تھے۔

لے الرودعلی الاختصاص ص ۱۶۹ میں اسی طرح مکتوب ہے اور شاید درست الفاظ اس طرح ہیں: "نصفان یا سفر کے وقت اللہ تعالیٰ زیادہ بہتر علم والہ ہے۔"

میں کہتا ہوں وہ اسے ناپسند خلاف ادب ہونے کی وجہ سے جانتے تھے۔ امام احمد بن حنبل سے روضہ رسول کو چھونے اور چومنے کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے اسے بے اہلی نہیں قرار دیا، اور اس کام میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ یہ بات ان کے صاحبزادے حضرت عبد الرحمن احمد نے اپنے والد سے روایت کی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ کرام نے ایسا کیوں نہیں کیا؟ تو گزارش ہے کہ انہوں نے توحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غائری زندگی میں زیارت اور دست بوسی کی سعادت حاصل کی اور ان پر ایمان لاتے۔ کئی دفعہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے پانی کے لئے ٹٹائی کے قریب تک جا پہنچے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مال مبارک حج اکبر کے دن آپس میں بانٹ لئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لباس دھون اور ختام شریف کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں واقع ہوتا تھا۔ جسے وہ اپنے چہرے پر مل لیتے تھے جب ہمیں ایسا واقعہ عطا نہیں ہوا تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ شریف سے لٹ جاتے اسے چھونے اور بوسہ دینے کو ہی غنیمت جانتا، کیا تو نے نہیں دیکھا کہ ثابت البنانی نے کیا کیا؟ وہ حضرت انس بن مالک کا ہاتھ جو کم ہاتھوں سے لگایا کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کو مس کیا ہے۔

مسلمانوں کے دلائل میں ان باتوں کا محرک صرف اور صرف محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واقعہ جذبہ ہے۔ کیونکہ مسلمان اس بات کا پابند ہے کہ وہ اپنی جان مال اولاد اور سب لوگوں سے بڑھ کر اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے بلکہ جنت اور اس کی نعمتوں سے بھی زیادہ بڑھ کر محبت کرے۔ کچھ اہل ایمان ایسے بھی ہیں جو خلیفہ الرسول (حضرت ابوبکر صدیق) اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے ساتھ ہمیں اپنی جانوں سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔

حضرت جندار کے بارے میں مروی ہے کہ وہ کوہ بٹا دیں تھے، وہاں ایک شخص نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کی۔ آپ نے گستاخانہ کلمات سنتے ہی تلوار نکالی اور اس بد بخت کا سر قلم کر دیا اگر اس یہ بخت نے آپ کو یا آپ کے والد کو گالی دی ہوتی تو آپ اس کا خون بہانا ہرگز درست نہ سمجھتے۔

تاریخ کرام، کیا آپ نہیں جانتے کہ صحابہ کرام نے اپنے دلوں میں جوش مارے ہوئے، محبت رسول کے جذبات کی وجہ سے اگر گاہ رسالت میں عرض کی، یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم! دل چاہتا ہے ہم آپ کو سجدہ کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں سجدہ تعظیمی کی اجازت فرما دیتے تو صحابہ کرام، سجدہ عبادت نہیں بلکہ سجدہ تعظیمی کر دیتے۔ جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی کیا تھا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ قدس کو سجدہ تعظیمی کا بھی حکم ہے۔ ایسا مسلمان گنہگار کا فرائض نہیں دیا جائے گا۔ بات یاد رہے کہ سجدہ تعظیمی محض نماز ہے اور اسی طرح روضہ رسول کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا بھی مستحب ہے۔

نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار قدس کے پاس دعا کے بارے میں اسناد اور بعد ازاں علماء کے اقوال سامنے آئے تو تاریخین کو ان دلائل کے خلاف جوابات بھی نظر آئے اسے دیوار پر ماریں۔ ایسی باتیں کرنے والا سلف صالحین کا حق القبر ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ اور رعایت کی دعا کرتے ہیں۔

### شیخ صالح فوزان

اسلاف کے خالصین میں سے ہی صالح فوزان بھی ہے۔ جس نے (اپنے آپ کو برا) نام لکھنے کے ساتھ ساتھ، قبر شریف کے قریب دعا کو بہت بڑی خطا و غلطی

ہے۔ اس نے صرف سلف صالحین کی مخالفت پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ روضہ شریف کے قریب دعا کو عظیم خطا قرار دیا ہے۔ پھر اس نے منکث (۵۲) پر لکھا ہے۔ اگرچہ دعا کرنے والا صرف اللہ کو پکارتا ہو، اس لئے کہ یہ روضہ رسول کے قریب دعا، بدعت ہے اور شرک کا ذریعہ ہے۔ سلف صالحین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد، روضہ قدس کے قریب دعا نہیں کرتے تھے۔

میں دھوکہ سید محمد روح، کہتا ہوں، اگر قرآن جیسا آدمی چپ ہی رہتا تو قبر ہوتا۔ ایسے کچھ کہتے ہیں لوگوں میں فتنہ انگیزی کرتے ہیں اور لوگوں کو بدعات، سلف صالحین کے خلاف تباہی و تاراجی، فتنہ کی مخالفت اور مسلمانوں پر الزام افروشی پر ابھارتے ہیں۔

قرآن اور اس جیسے لوگوں کا خیال ہے کہ ان کا تقویٰ صرف یہی ہے کہ وہ اپنی طاقت کے مطابق مسلمانوں کو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے روکیں، کبھی کہتے ہیں: حج اور روضہ رسول کی زیارت کا کوئی باہمی ربط نہیں، کبھی کہتے ہیں کہ روضہ رسول کی زیارت ضروری نہیں۔

اہل علم نے تو روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ترفیہ دی ہے۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ یہ سعادت افضل ترین مستحبات میں سے ہے، اور ایسے بیکار لوگوں میں سے ہے جن کی بہت تاکید کی گئی ہے۔ ان اسلاف میں اس بات پر اختلاف ضرور ہوا کہ روضہ رسول کی زیارت واجب ہے یا صرف مستحب۔

روضہ رسول کے زائر کے لئے یہ سب کافہ ہے کہ وہ روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اس یقین کے ساتھ حاضر ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں۔ اور اس کے سلام کو سن کر اس کا جواب بھی دے رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اُن کی اور خصوصیات بھی ہیں، جو کسی دوسرے کی قبر میں نہیں ہیں۔

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس کے دیسے سے ہاتھ کی دعا کی۔ (رسن دارمی ۶۲/۱)۔  
امام دارمی رسن دارمی (۲۹۷/۱) میں "باب حاکم اللہ نیتاً بعد موتہ" (اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو ان کے وصال کے بعد جوارح از عطا فرمایا) کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں: ہمیں مروان بن محمد نے سید بن عبد العزیز سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں:

لما كان أيام الحجة ولم يقو  
في مسجد النبي صلى الله  
عليه وسلم ثلاثاً ويقم ولم  
يسبح سمعاً بن المنيب  
من المسجد فكان لا يعرف  
وقت الصلوة الا بعمامة  
يسمعها من قبر النبي  
صلى الله عليه وسلم فلما

معناه۔

ابن تمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم (ص ۳۴۳) میں لکھا ہے:  
سید بن سبب واقعہ حرقہ کے دنوں میں قبر شریف سے اذان کی آواز سنا کرتے تھے۔

مروان بن محمد نے اس اور سید بن عبد العزیز بھی فقہ امام ہیں۔ اگرچہ بعض لوگوں کی رائے میں وفات سے پہلے آپ کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا۔ آپ کے سامنے تصدیق کے لئے حدیث نبی کی باقی کتاب تصدیق فرمانے سے انکار کر دیتے

رسولات النبیین (۲۰۲/۱)

باب تحت سید بن عبد العزیز کی احتیاط اور حافظہ کمزور ہونے کے بعد بیان دکنہ پر ولایت کرتی ہے۔ امام مسلم نے اپنی صحیح میں ان کی روایت سے اتنا نقل کیا ہے۔  
شیخ فززان کا یہ کہنا کہ اسلاف قبر کے پاس دعا نہیں کرتے تھے اسلاف پر الزام و قسوت ہے۔

پھر فززان کو "بدعت و شرک و سب و شرک" جیسے امراض لاحق ہیں۔ اس نے روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دعا کو یہ کہتے ہوئے بدعت اور وسیلہ شرک قرار دیا ہے کہ اگرچہ دعا کرنے والا صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتا ہو، اس طرح فززان نے امت کے اسلاف اور اہل خانہ پر بڑی جراتیں کی ہیں۔ اور اس نے یہ بات واضح کر دی کہ وہ سلف صالحین میں سے نہیں ہے بلکہ ان کا مخالف ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی تھی "اے اللہ میری قبر کو ایسا بت بنے سے محفوظ رکھنا جس کی پوجا کی جائے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا مقبول ہوئی۔ اے اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ شریف پیش از شرک سے محفوظ ہے۔ اودامت کے مختلف فقہی مذاہب اور مختلف علاقوں کے لوگ نس و نسل و نسل و نسل کے قریب دعا کرتے آ رہے ہیں۔

ہم بدعت، اس کے اسباب، بدعتیوں اور ان کے توہمات سے اللہ تعالیٰ کی راہ مانگتے ہیں۔ آغاز و اتمام میں اللہ تعالیٰ ہی کی تعریف اور حمد ثنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام بھیجے اور بہترین نازل فرمائے اور حضور کی اولاد و صحابہ پر بھی بہترین کیجے اور روشن چراغ بنیں۔

محمد بن سید محمد

غفر اللہ لہما

بجهد الشريعة ترجمه ٢٤ جلدی الثانیة ١٣١٥ هـ - ٢ - دسمبر ١٩٩٦ء بروز  
جمعت المبارک انتقام پذیر ہوا۔



باستحباب شد الرحل لزيارة قبر  
خير الانعام عليه الصلاة والسلام

تقديم له

فضيلة الشيخ عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري  
مدير عام دائرة الأوقاف والشؤون الإسلامية . دبي

بقلم

محمود سعيد ممزوج



با خير من دفنت بالقاع أعظمه  
فطاب من طيبن القاع والأكم  
نفسى الفداء لقبر أنت ساكنه  
فيه العفاف وفيه الجود والكرم

بسم الله الرحمن الرحيم

تقديم

فضيلة الشيخ عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري

الحمد لله رب العالمين. حمداً يوافي نعمه وبكائه مزبده. هو الذي بعث رسوله بالهدى وبين الحق ليظهره على الدين كله.

هذا النبي العظيم منة رب العالمين على جميع المسلمين حينما جعل مثواه في بقعة من الأرض شرفت وتقدس وتكرمت به. وحازت في قلوب المؤمنين شرفاً وقداً.

فإنه تكريم من المولى سبحانه لامة الاسلام بتقديسها بهذه المنقبة. إذ كل قبر لرسول أو نبي لا يجزم بصحة وجوده كما يجزم بصحة قبر رسول الله ﷺ. وما نره إلا شريعاً لهذه الامّة بأن نكون على اتصال دائم ورحم متواصل لا يتقطع حتى يرث الله الأرض ومن عليها.

فأي مانع وأي حائل عن شد الرجل لزيارته ﷺ وهو القائل في حديث شد الرجل «مسجدي». وسبب المسجد إليه دليل على أن فضل المسجد من جواره. كما أن المسجد الحرام شرف به وبالأنباء قبله عليهم السلام. وبأن تربته منه فغاز الحرم بزيادة الأجر عما سواه.

ثم تشرف المسجد الأقصى وهو أولى القبلتين به وبالأنباء قبله عليهم الصلاة والسلام. وكان الأجدر أن يكون المسجد الأقصى أولى بالفضل من المسجد النبوي لولا أن مثوى النبي ﷺ

فيه. فسبحانه الغائل لذلك ومن يعظم شأن الله فإنها من تغوى القلوب ﴿﴾ علما بأن شد الرجل إلى متواه قد ثبتت فيه أحاديث منها قوله ﷺ مكنت قد نهيتكم عن زيارة القبور إلا فزوروها. الحديث. ولم يقل إلا فزور إلا النبياء.

وأما عن حديث شد الرجل فهو خاص بالساجد لأن للسنتى منه محذوف والاستثناء مفرغ وتفسيره رواية أحمد لا تحمل المطي إلى مسجد تبغى فيه الصلاة إلا إلى ثلاثة مساجده أما من احتج بالحديث على المنع مطلقاً فقد تحكم بغير موضعه

فعل المانع أن يرعوي ويتقي الله من التقليد الأعمى الذي لا يؤدي إلى خير.

فالحكمة ضالة المؤمن أينما وجدها انتطها. والمسلم آخر المسلم لا يسلمه ولا يظلمه والدين قوي. وإن بشاد الدين أحد إلا غلبه فأولوا فيه برفق. ودين الإسلام سهل التسجي لا بفيل التحيز والعنصرية ولا يرضى بالتشدد والانتهازية

إن حفيظة الإسلام تستهجن السطحية في الرأي وتنبذ تطبيفها في الواقع لأنها غير محصنة من هجوم الآراء أو وجهات النظر الأخرى هنا وهناك.

لذا ينبغي على الكيس الحذر أن يكون منطقتا ذكي الالتفات. لا يكون أعمى يخدع بدعاة الفتنة الذين انتطفوا هنا وهناك بلبس الحق بالباطل وهذا لبس من خلق المسلم ولا من سيرة السلف الصالح.

وهذه رسالة جلية للحدث الفاضل محمود سعيد ممدوح حذاه الله عن الإسلام والمسلمين خبر الجزاء بما ينافع عن السنة

الطهرة اسماعا (الإعلام باستحياب شد الرجل لزيارة قبر خير الأنام عليه أفضل الصلاة والسلام).

جمع فيها خلاصة ما قيل في هذا المقام وأدلى بدلوه ليرضي حبيبه رسول الله ﷺ ويشفي بها قلوب قوم مؤمنين. ويهدي بها قلوب المفكرين والمكابرين بالحجة الدامغة والبراهين الساطعة.

والله أسأل أن ينفع بها المسلمين. ويرأب بها الصدع. ويجمع بها الشمل. إن ربي سميع الدعاء.

وأخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين.

وكتب عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري

مدير عام دائرة الأوقاف والشؤون الإسلامية - دبي.

بسم الله الرحمن الرحيم

### تقرير العلامة

الشيخ سيدي محمد بن عمر السالك الشنقيطي

رئيس لجنة الفتوى بدائرة الأوقاف - دبي

الحمد لله الذي جعل العلم رحماً بين أهله يجمعهم على كلمة الحق، والصلاة والسلام على أشرف الخلق، سيدنا محمد الذي لا تزال طائفة من أمته ظاهرين على الحق. وبعد

فقد أراني أخونا الفاضل الشيخ محمود سعيد ممدوح رسالة اسمها (الإعلام باستحباب شد الرحل لزيارة قبر خير الأنام عليه أفضل الصلاة والسلام).

فإنها هي اسم طابق مسماه.

وفد سيفه اعلام في هذا المضمار لا سيما نفي الدين السبكي شيخ الإسلام وغيره من علماء الإسلام فلهم الفضل، وفد جاءت رسالته مطابقة لروح العصر.

ورسالة الإعلام المذكورة يحملها الزمان إلى الأبناء وأبناء الأبناء، كما نهبت وأرشدت الآباء. وقد كنا قبلها نرى السراب شراباً، ونسمع الخطأ صواباً، إذ أنه قد حاربت السنة في هذه الاوان حتى أصبحت لا تميز صديقها من عدوها ولا محبيها من مصميتها. ولقد صدق من قال أحذر عدوك مرة، وأحذر صديقك ألف مرة.

وقال الشاعر:

اسمع نصيحة ناصح      جمع النصيحة والمقنة  
إياك واحذر أن تكس      ن من الثغرات على الثغنة

فعسى الله أن يوفقه مثل هذه الرسالة النافعة. وأن يوفقنا وأياه وأن يسد خطبانا وخطاه لأحياء سنة رسول الله ﷺ وأن يجمع كلمة المسلمين على ذلك.

وكتب الشيخ سيدي محمد بن عمر السالك الشنقيطي

٢٥/ القعدة سنة ١٤١٤

## بسم الله الرحمن الرحيم

### المقدمة

الحمد لله الواحد الأحد، الفرد الصمد، الذي لم يلد، ولم يولد، ولم يكن له كفواً أحد، هو الحي الباقى الزائق المعطي النافع الضار، المهين العزيز الغفار، لا شريك له في ملكه والكل مقنر إليه.

والصلاة والسلام الأمان الأكملان على سيدنا محمد وعلى آله وأصحابه صاحب الكمالات والخصوصيات المنزل عليه قوله تعالى ﴿لقد جاءكم رسول من أنفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤوف رحيم﴾ صلى الله وسلم وبورك عليه وزاده فضلاً وشرفاً لديه وبعد.

فإن المناسك المصنفة في عصرنا قد كثرت، والإرشادات فيها قد تنوعت، وقد رأيت في أكثرها قوائد غير أن بعضها خالف صريح القرآن والثابت في سنة سيد ولد عدنان عليه أفضل الصلاة وأتم السلام، وخالف ما اجتمعت عليه الأمة، ودونه الأئمة من استحباب السفر لزيارة خير البرية والوقوف بين يديه صلى الله عليه وسلم، وهو حي في قبره (كما في الأحاديث الصحيحة)، ومشاهدة روضته البهية والتبرك بعلامته الشريفة.

وقد تضافت النقول عن السلف والخلف بالحض على ذلك، وأطبق الأكابر عليها قولاً وعملاً.

وقد تزيد المخالفون وقالوا: إن الزيارة غير واجبة، وما هكذا عبر الفقهاء الأعلام بل عبروا بأن الزيارة من أشرف القربات، وأكد المتدبرين، وأنجح المساعي

١٠ حدثنا من المخالفين من يقول: إن السفر لزيارة سيد الأنام به أصل الصلاة والسلام سفر معصية لا تقصر فيه الصلاة، ثمة تخرج من أفواههم إن يقولون إلا كذباً، وطلبوا تجريد الزيارة المسجد النبوي فقط.

١١ عمت البلوى واختلط الخطأ بالصواب واقتتن العوام قال الله المشتكى.

وהל شرفت المدينة إلا بالحبيب المصطفى صلى الله عليه وآله وسلم

وقد تنابع السلف والخلف جبلاً بعد جبيل وطيفة بعد طيفة من اختلاف البلاد والمذاهب على شد الرحال لزيارته ﷺ غلب المناسك أو قبلها.

وقد صرح أنه ﷺ قال صلاة في مسجدي هذا أفضل من ألف صلاة فيما سواه إلا المسجد الحرام، وصلاة في ذاك أفضل من مائة صلاة في هذا، أخرجه البخاري ومسلم وغيرهما.

فالحبيب يسأل لماذا ترك هؤلاء ثواب المائة ألف، أمن أجل ألف

كلا والله ما هم بهذه البلاء

إنهم بذلوا النفس والنفس وتركوا ثواب المسجد الحرام من أهل زيارة خير الأنام عليه أفضل الصلاة والسلام، فإذا فارت من المائة ألف والألف عرفت كيف عظمت الأمة نبيها.

وهذه رسالة صغيرة في مناهج كبيرة في معانها كنيها على عمل تذكرة لإخواني وسميها

[الإعلام باستحباب شد الرحل لزيارة قبر خير الأنام عليه الصلاة والسلام].

أسأل الله تعالى أن يتقبلها بقبول حسن، وأن يوفقنا لدرام زيارة قبر الأنام عليه أفضل الصلاة وأتم السلام، وأن يجعلنا من المتمسكين بسنته وأن يحشرنا تحت لوائه، إن ربي سميع الدعاء والحمد لله في البدء والختام.

وكتب

محمود سعيد ممدوح

**الدليل على استحباب السفر**

**زيارة القبر النبوي الشريف**

إن شد الرحال أي السفر لزيارة القبر النبوي الشريف من أكد الفتوبات، وهو قريب من الوجوب عند بعض العلماء بل واجب عند الظاهرية وكثير من المالكية والحنفية.

• قال الإمام - المجمع على علمه وقضاه - أبو زكريا النووي رحمه الله تعالى : وأعلم أن زيارة قبر النبي ﷺ من أهم الفويات وأنجح المساعي فإذا انصرف الحجاج والمعتمرون من مكة استحب لهم استحياباً مؤكداً أن يتوجهوا إلى المدينة لزيارته ﷺ وبنوي الزائر من الزيارة التفرب وشد الرحل والصلاة فيه. (المجموع ٢٠٤/٨)

وعلى هذا درج سائر الفقهاء في المذاهب رحمهم الله تعالى وبمثله قال إمام الحنابلة أبو محمد بن قدامة الحنبلي في المغني ٥٨٨/٣.

وقال أيضاً في المنع [وإذا فرغ من الحج استحب له زيارة قبر النبي ﷺ وقبر صاحبه] وعلق عليه المرداوي بقوله . وهذا المذهب، وعليه الأصحاب فاطية. انتهى من الإنصاف (٥٣/٤). وفيما ذكرت كفاية لمن كان من أهل العناية، وسلم لأول الفقه والدراية.

أما من رغب في معرفة الدليل، فإنهم استدلوا على مطلوبهم بالكتاب والسنة والإجماع.

أولاً - الدليل من الكتاب.

قال الله تعالى ﴿ولو أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحيماً﴾

هذه الآية الشريفة دالة على طلب المجيء إليه ﷺ في جميع الحالات لو فزع الفعل (جاءوك) في حيز الشرط الذي يدل على العموم.

وأعلى صيغ العموم ما وقع في سياق الشرط كما في إرشاد الفحول (ص ١٢٢).

وقد فهم المفسرون من الآية هذا العموم، ولذلك تراهم يذكرون قصة العنبي الذي جاء للغير الشربف وثلا هذه الآية وهي قصة مشهورة.

فالآية دلت على تعليق وجدان الله تعالى تواباً رحيماً بثلاثة أمور المجيء، والاستغفار، واستغفار الرسول ﷺ لهم.

وقد حصل استغفار الرسول ﷺ لجميع المؤمنين قال تعالى : ﴿واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات﴾ آية ١٩ سورة محمد.

\*\*\*

وقد اعترض محمد بن صالح العثيمين على الاستدلال بالآية فقال في كتابه (فتاوي مهمة لعموم الأمة ١٠٠/٣).

(إن) هذه ظرف لما مضى وليس ظرفاً للمستقبل لم يقل الله: ﴿ولو أنهم إذا ظلموا بل قال : «إن ظلموا» فالآية تنصت عن أمر وقع في حياة رسول ﷺ، واستغفار الرسول ﷺ بعد معانته أمر منعذر لأنه إذا مات انتطح عمله إلا من ثلاث، كما قال الرسول ﷺ

صدقة جارية أو علم ينتفع به أو ولد صالح يدعو له. فلا يمكن للإنسان بعد موته أن يستغفر لأحد بل ولا يستغفر لنفسه أيضاً لأن العمل انتطح.

قلت: هذا إقدام من العثيمين نسأل الله العافية.

واليك تفنيده بالآتي :

أما قصره (إن) على الزمن الماضي فقط ففيه نظر لأن (إن) كما تستعمل في الماضي فتستعمل أيضاً في المستقبل، ولها معان أخرى ذكرها ابن هشام في معنى اللبيب (١/٨٠ - ٨٢).

وقد نص على أن (إن) تستعمل للمستقبل : الأزهرى فقال في تهذيب اللغة (٤٧/١٥):

العرب تضع (إن) للمستقبل و(إذا) للماضي قال الله عز وجل ﴿ولو ترى (إن) فزعوا﴾ [سبا آية رقم ٥١].

قلت : ومن استعمال (إن) للمستقبل قوله تعالى : ﴿ولو ترى (إن) وقفوا على النار﴾ [الأنعام آية ٢٧].

﴿ولو ترى (إن) وقفوا على ربهم﴾ [الأنعام ٢٠].

﴿ولو ترى (إن) الظالمون في غمرات الموت﴾ [الأنعام ٩٢].

﴿ولو ترى (إن) المجرمون ناكسوا رؤسهم عند ربهم﴾ [السجدة ١٢].

قوله (واستغفار الرسول ﷺ) أمر متعذر لأنه إذا مات انتطح عمله إلا من ثلاث. أ. هـ

قلت : استغفار سيدنا رسول الله ﷺ غير متعذر لأمور

الأول : قد صح أن النبي ﷺ قال : «الأنبياء أحياء في قبورهم يصلون». أخرجه البيهقي في حياة الأنبياء (ص ١٥)، وأبو يعلى في مسنده (١٤٧/٦)، وأبو نعيم في أخبار أصبهان وغيرهم.

وقال الهيثمي في المجمع (٢١١/٨) : ورجال أبي يعلى ثقات والحديث له طرق.

وقال رسول الله ﷺ : «مررت على موسى وهو قائم يصلي في قبره. أخرجه مسلم (١٨٤٥/٤) وأحمد (١٢٠/٢) والبيهقي في شرح السنة (٣٥١/١٢) وغيرهم.

وقال ابن القيم في نونية عند الكلام على حياة الرسل بعد معاتهم (النونية مع شرح ابن عيسى ١٦٠/٢).

والرسل أكمل حاله من (١) بلا شك وهذا ظاهر النبيان  
فلذلك كانوا بالحياة أحق من شهدائنا بالعقل والبرهان  
وبأن عقد تكاحه لم يتنسخ فنسأله في عصمة وصبان  
ولاجل هذا لم يحل لغيره منهن واحدة مدى الأزمان  
أفليس في هذا دليل أنه حي إن كانت له أنثى

الثاني : ثبت أن النبي ﷺ قد صل إماماً بالأنبياء عليهم السلام في الإسراء وهذا منواتر، وكانوا قد ماتوا جميعاً، وراجعه موسى عليه السلام في الصلوات ورأى غيره في السموات.

فمن كان هذا حاله فكيف يتعذر عليه الاستغفار؟

والصلاة دعاء واستغفار وتضرع.

الثالث : قد صح أن النبي ﷺ قال «حياتي خير لكم تحدثون

ولم تحدثوا، ووفاتي خير لكم تعرض علي أعمالكم فما رأيت من حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت لكم.

وهو حديث صحيح وقال عنه الحافظ العراقي في طرح العرب (٢٩٧/٢) : إنسانه جيد، وقال الهيثمي (المجمع ٢٤/٩) ورواه البزار ورجاله رجال الصحيح وصححه السيوطي في المصالح (٢٨١/٢).

وكلام العراقي والهيثمي بالنسبة لإسناد البزار فقط، وإلا الحديث صحيح كما قال الحافظ السيوطي وغيره وقد توسعت بالكلام عليه في «رفع المنارة لتخريج أحاديث التوسل والزبارة».

الرابع : استغفار الرسول ﷺ حاصل لجميع المؤمنين سواء من أدرك حياته أو لم يدركها قال الله تعالى «واستغفر لذنبك وللمؤمنين والمؤمنات» وهذه مئة من الله تعالى، وخصوصية من خصوصيات سيدنا رسول الله ﷺ.

وقد علم مما سبق أن الأمور الثلاثة المذكورة في الآية وهي :

١ - اللجوء إليه ﷺ.

٢ - والاستغفار.

٣ - واستغفار الرسول ﷺ للمؤمنين حاصل في حياته وبعد انتقاله.

ولا يقال : إن الآية وردت في اقوام معينين لا يقال ذلك لأنه كما هو معروف «العبرة بعموم اللفظ لا بخصوص السبب».

ولذلك فهم المفسرون وغيرهم من الآية العموم واستحبوا أن جاء إلى القبر الشريف أن يقرأ هذه الآية «ولو أنهم إذ ظلموا



انفسهم جاءوك فاستغفروا ۝ الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا  
الله تواباً رحيماً ۝ ويستغفر الله تعالى.

وهذه التفسير بين آيدينا والمناسك التي صننها علماء  
المذاهب كذلك وهي تظهر صدق دعوى الاستدلال بالآية.

ولماذا نذهب بعيداً فهذا العلامة أبو محمد ابن فدامة الجنبلي  
صاحب المعنى، الذي يقول فيه ابن تيمية : ما دخل الشام بعد  
الأوزاعي أفقه من ابن فدامة .

قال شيخ الصنابلة أبو محمد ابن فدامة في المعنى (٣٠ / ٥٩٠)  
في صفة زيارة المصطفى ۝

ثم تأتي الغيرة فتولي ظهرك الغيلة وتستقبل وسطه وتقول:

السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته، السلام عليك يا  
نبي الله وخيرته من خلقه، أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك  
له، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله، أشهد أنك بلغت رسالات  
ربك، ونصحت لأمتك، ودعوت إلى سبيل ربك بالحكمة والموعظة  
الحسنة، وعبدت الله حتى أتاك اليقين، فصلى الله عليك كثيراً كما  
يحب ربنا ويرضى، اللهم اجزه عنا نبينا أفضل ما جزيته أحداً  
من النبيين والمرسلين، وابعثه المقام المحمود الذي وعدته بغيظه به  
الأولون والآخرين، اللهم صل على محمد وعلى آل محمد كما  
صليت على إبراهيم وعلى آل إبراهيم إنك حميد مجيد، اللهم إنك قلت:  
وقولك الحق ۝ ولولا أنهم إذ ظلموا أنفسهم جاءوك فاستغفروا الله  
واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحيماً ۝ وقد أتيتك  
مستغفراً من ذنوبي، مستشفعاً بك إلى ربي فأسألك يا رب أن  
توجب لي المغفرة كما أوجبتها لمن أتاه في حياته، اللهم اجعله أول

يومين، وأتج السائلين، وأكرم الآخرين والأولين، برحمتك يا  
مهم الراحمين، ثم يدعو لوالديه وإخوانه والمسلمين أجمعين، ثم  
قليلًا ويقول: السلام عليك يا أبا بكر الصديق السلام عليك  
يا عمر الفاروق، السلام عليكما يا صاحبي رسول الله ۝  
صحبته وزبيره ورحمة الله وبركاته، اللهم اجزهما عن  
هما وعن الإسلام خيراً، سلام عليكم بما صيرتم فتمتع عبدي  
دار، اللهم لا تجعله آخر العهد من قبر نبيك ۝ ومن حرم  
مسجدك يا أرحم الراحمين، انتهى كلام ابن فدامة رحمه الله  
على.

بقي الكلام على قول العثميين: لأنه إذا مات انقطع عمله صل  
الله تعالى عليه وآله وسلم إلا من ثلاث..... الخ.

قلت : سيدنا رسول الله عليه وآله وسلم له من  
الكمالات والخصوصيات ما لم يصح لأحد وهذه فطرة ابن تيمية  
في كتابه (الصارم المسلول على شاتم الرسول) وهو أحسن كتبه  
، هو ۝ في ترق وارتراف إلى يوم الدين.

فقد قال ۝: من دعا إلى هدى كان له من الأجر مثل أجور  
من اتبعه لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً.

فجميع الأعمال الصالحة التي تصدر عن الأمة المحمدية  
راجمة لدعوة رسول الله ۝ لهم فتوابها راجع إليه وهو ينتفع  
به قطعاً من غير أن ينقص ذلك من أجورهم شيئاً.

وفي هذا الصواب قال ابن تيمية في الفتاوى (١٩١ / ١) : ثبت  
عنه ۝ في الصحيح أنه قال: من دعا إلى هدى كان له من الأجر  
مثل أجور من اتبعه من غير أن ينقص من أجورهم شيء.

ومحمد ﷺ هو الداعي إلى ما تفعله أمته من الخيرات، فعا  
يفعلونه له فيه من الاجر مثل اجورهم من غير ان ينقص من  
اجورهم شيء. انتهى كلام ابن تيمية.

ثانياً : الدليل من السنة.

وهو ينقسم إلى قسمين :

الأول : الأحاديث الدالة على مطلق الامر بزيارة القبور  
وجاءت في تلك احاديث متعددة بلغت حد التواتر كما في نظم  
المتناثر في الحديث المتواتر (ص ٨٠ ر ٨١).

ومن الفاظ الحديث «إني كنت نهيتكم عن زيارة القبور،  
فزورها فإنها تذكركم الآخرة».

أخرجه مسلم (٦٧٢/٢)، وأحمد في المسند (٢٥٥/٥)  
والطحاوي (٢٨/٤) عن بريدة بن الحصيب.

ومن الفاظه : أخرجه النسائي في سننه (٧٢/٤) من حديث  
بريدة أيضاً : قال : قال رسول الله ﷺ : «من أراد أن يزور القبور  
فليزرها ولا تقولوا هجرًا».

وهذا الحديث عام، لأن الفعل في سياق الشرط يفيد العموم  
فالزيارة مطلوبة بسفر وبدون سفر، ولا تجد مخصصاً لهذا  
الحديث في عرف الشرع ولو استظهر المخالف بالثقلين قلن يجد.  
هذا المخصص.

ثم إن لفظ «الزيارة» يلزم منه الانتقال من مكان لآخر  
فالشوارع يحض على الانتقال من مكان لآخر من أجل زيارة  
القبور.

فإن قيل قد قال ابن تيمية في الرد على الأختائي (ص ٧٧).  
قوله «فزوروا القبور» فالأمر بمطلق الزيارة أو استحبابها أو  
إباحتها لا يستلزم السفر إلى ذلك لا استحبابه ولا إباحته. هـ

قلت : الحديث عام لا يخصه شيء، وقد تقررت أن الأمر إذا  
ثبت ثبتت لوازمه.

فلذا تعلقت الزيارة بالانتقال سفر فلا يوجد ما يمنع من هذا  
السفر.

ثم للرجح عند الاختلاف هو الشرع قال الله تعالى : «وإن  
تتازعتم في شيء فردوه إلى الله والرسول إن كنتم تؤمنون بالله  
واليوم الآخر ذلك خير وأحسن تأويلاً» [النساء ٥٩]. وقد سمي  
الشوارع السفر زيارة، وهو نص لا يحتمل التأويل.

فقد أخرج مسلم في صحيحه (١٩٨٨/٤) «أن رجلاً زار أخاً  
له في قرية أخرى، فأرصد الله على ممرجته ملكاً، فلما أتى عليه  
قال : أين تريد ؟ قال : أريد أخاً لي في تلك القرية قال : هل لك  
عليه من نعمة تربوها ؟ قال : لا إلا إني أحبته في الله. فقال : إني  
رسول الله إليك، فإن الله أحبك كما أحبته».

فالشوارع قد سمي السفر وهو الانتقال من قرية لآخرى  
زيارة فلفظ الزيارة يحتمل السفر وعدمه.

وعليه فقص لفظ الزيارة على أحد نوعيها وهو الزيارة التي  
يدون سفر تحكم في النص ومخالفة لأصول الشرع والله أعلم.

قائمة :

قال الحافظ أبو زرعة العراقي في طرح التشريب (٤٣/٦) :

وكان والدي (أي الحافظ الكبير) ولي الله العراقي رحمه الله تعالى يحكي أنه كان معادلاً للشيخ زين الدين عبدالرحيم بن رجب الحنبلي في التوجه إلى بلد الخليل عليه السلام، فلما دنا من البلد قال: نويت الصلاة في مسجد الخليل ليجتزئ عن شد الرحل لزيارته على طريقة شيخ الحنابلة ابن تيمية قال: فقلت: نويت زيارة قبر الخليل عليه السلام ثم قلت له: أما أنت فقد خالفت النبي ﷺ لأن قال: «لا تشد الرجال إلا إلى ثلاثة مساجد وقد شددت الرجل إلى مسجد رابع، وأما أنا فاتبعته النبي ﷺ لأن قال: «وزروا القبور»، أفقال إلا فبور الأنبياء؟ قال: فيهم. اهـ.

والعراقي الكبير كان حافظاً فقبحها أصولياً فوحمة الله على الجميع.

الثاني: الأحاديث الدالة على زيارة قبره ﷺ بخصوصه.

ومن هذه الأحاديث ما صححه أو حسنه الأئمة كابن السكيت وعبدالحق الأشيبيني والنقي السبكي والسيوطي، وإلى الحسن تكاد تصرح عبارة الذهبي التي نقلها عنه وأقرها السخاوي في المقاصد الحسنة (ص ٤١٢).

وقد أكرمني الله تعالى بالكلام على أحاديث الزيارة في (رفع المنارة لتفريخ أحاديث التوسل والزيارة) قائلحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات، وها هي بعض الأحاديث مع الكلام عليها بالخص عبارة.

١ - حديث من زار قبري وجبت له شفاعتي.

أخرجه الدارقطني (٢٧٨/٢)، والدولابي في الكنى والأسماء (٦٤/٢)، والبيهقي في شعب الإيمان (١٧٠/٣)، والخطيب في

تخفيض المتشابه (٥٨١/١)، والعقيلي (١٧٠/٤)، وابن عدي (٢٢٥٠/٦) وغيرهم.

جميعهم من طرق عن موسى بن هلال العبدي عن عبيد الله بن عمر وعبد الله بن عمر كلاهما عن نافع عن ابن عمر بن مرفوعاً.

وهذا الإسناد حسن سواء قال موسى بن هلال عن عبيد الله أو عبد الله.

وموسى بن هلال فصلت الكلام عليه في رفع المنارة.

ويكفي في هذا المختصر قول ابن عدي في الكامل (٢٢٥٠/٦) أرجو أنه لا بأس به، وقد حكم عليه غيره بالجهالة ولا تصح ومن عرف حجة علي من لم يعرف، فهو من شيوخ الإمام أحمد وشيوخه ثقات غالباً.

وخلاصة ما في الرجل هو قول الحافظ الذهبي في الميزان (٢٢٦/٤): هو صالح الحديث.

ثم الحديث ثابت عن موسى بن هلال عن عبيد الله (وهو ثقة حافظ)، وعبد الله بن عمر (حسن الحديث) ومحاولة جعله عن عبد الله بن عمر العمري فقط كما رأى ابن عبد الهادي في الصارم المتكي خطأ.

وهذا الألباني وهو معن بشايخ ابن عبد الهادي بعزف بإثبات موسى بن هلال للروايتين كما في إرواه (٢٢٧/٤).

هـ أن موسى بن هلال العبدي لا يروي إلا عن عبد الله بن عمر العمري فلا ضمير في ذلك.

وعبدالله بن عمر العمري حسن الحديث، وخلاصة ما فيه هو قول الذهبي في المغنى (٣٤٨/١) : صدوق حسن الحديث. اهـ.

وافنصر على عبارات التوثيق الواردة فيه في كتابه للكشاف (٩٩/٢)، والديوان (ص١١٢).

وفال الحافظ السخاوي في التحفة اللطيفة (٣٦٦/٣) : كان صالحاً علماً صالح الحديث.

ونذكره الذهبي في جزء من تكلم فيه وهو موثق (ص١١٢).

وإذا كان الرجل حسن الحديث فهو أقوى في نافع - وهو يروى عنه هنا - قال عثمان بن سعيد الدلومي : قلت لأين معين : كيف حاله (أي العمري) في نافع ؟ قال : صالح ثقة، (الكامل ١٤٥٩/٤).

والحاصل مما سبق أن الحديث حسن جيد الإسناد والله اعلم.

٢ - من صلى عليَّ عند قبري سمعته ومن صلى علي نائياً أبلفته.

أخرجه أبو الشيخ الأصبهاني في الثواب (كما في القول البديع ص١٥٤، والآل ٢٨٣/١).

قال أبو الشيخ : حدثنا عبدالرحمن بن أحمد الأعرج، حدثنا الحسن بن الصباح، حدثنا أبو معاوية عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة به مرفوعاً.

قلت : رجال الإسناد رجال الصحيح ما خلا شيخ أبي الشيخ الأصبهاني وقد ترجمه أبو الشيخ في طبقات المحدثين (٥٤١/٢).

وأبو نعيم في اخبار أصفهان (١١٣/٢) ولم يذكر فيه جرحاً أو تعديلاً.

وقد روى عنه جماعة منهم أبو الشيخ الأصبهاني الحافظ.

نقابة ما في الرجل أنه مستور، وهو على شرط ابن حبان.

ومثل هذا الصنف يقبل الجمهور حديثهم ما لم يخالف أو يات بمنكر.

فقال الحافظ الذهبي في الميزان (٤٢٦/٣) : وفي رواية الصحيحين عدد كثير ما علمنا أن أحداً نص على توثيقهم. والجمهور على أن من كان من المشايخ قد روى عنه جماعة ولم يأت بما ينكر عليه إن حديثه صحيح. اهـ.

وفال الذهبي في الميزان أيضاً (٩٢/٢) : شيخ مستور ما وثق ولا ضعف فهو جائز الحديث. اهـ.

والحاصل أن الحديث إسناده قوي وقد قال عنه الحافظ ابن حجر وسنده جيد كما في القول البديع (ص١٥٤) وأقره تلميذه الحافظ السخاوي.

وله طريق آخر فيه محمد بن مروان السدي الصغير المذرك وأقتصر على الأخير ابن نعيم فحكم على الحديث بالوضع كما في الرد على الأختائي (ص١٣٤) وكان لابد أن يقتله ابن عبد الهادي في الصارم المتكي.

وتقدم أن الصواب لم يحالفهما.

٢ - ما أخرجه الحاكم في المستدرک (٥٩٥/٢) من طريق

محمد بن إسحاق عن سعيد بن أبي سعيد المقبري عن عطاء مولى أم حبيبة قال سمعت أبا هريرة يقول: قال رسول الله ﷺ: ليهيطن عيسى بن مريم حكماً عدلاً وإماماً مقسطاً، وليسكن فجاً حاجاً أو معتمراً أو بنينهما، ولبائتين قبري حتى يسلم علي ولأودن عليه.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ولم يخرجاه بهذه السيقاة وسلمه الذهبي.

وللحديث أوجه أخر ورجح هذا الوجه أبو زرعة في العلل رقم ٢٧٤٧ ولا يضر هنا عدم تصريح محمد بن إسحاق بالسماع.

٤ - من زارني في مماليك كان كمن زارني في حياتي ومن زارني حتى ينتهي إلى قبري كنت له شهيداً يوم القيامة.

أخرجه العقيلي في الضعفاء (٤٥٧/٣). وأعل هذا الحديث بفضالة بن سعيد بن زميل الماربي وشيخه محمد بن يحيى بن قيس الماربي.

أما أولهما: فقال عنه العقيلي: حديثه غير معروف ولا يعرف إلا به.

وثانتهما: محمد بن يحيى بن قيس الماربي وثقه الدارقطني في سؤالات البرقاني (٤٦٤)، وابن حبان (٤٥/٩) وأسرف فيه ابن عدي في الكامل (٢٢٣٩/٦)، ولم يعتمد الذهبي كلام ابن عدي فقال في الكاشف (٩٥/٢) وثق.

فهذا الإسناد ضعيف بسبب فضالة بن سعيد الماربي وأشار العقيلي إلى أن هذا الإسناد لين، واللبن هو أفل الضعف.

وهناك أحاديث أخرى في الزيارة ذكرناها في رفع المنارة.

وللحافظ صلاح الدين بن كيكلي العلابي الشافعي رحمه الله تعالى جزء في الكلام على أحاديث الزيارة.

ثالثاً: الإجماع:

قال القاضي عياض في «الشفاء بتعريف حقوق المصطفى» (٧٤/٢): «زيارة قبره ﷺ سنة من سنن المسلمين مجمع عليها، وفضيحة مرغّب فيها. ا. هـ»

وقال في موضع آخر (٧٥/٢) فقلّ عن ابن عبد البر:

الزيارة مباحة بين الناس وواجب شدد الملطي إلى قبره ﷺ. ا. هـ

وصرح بالإجماع التقى السبكي، وممن حكى إجماع المسلمين على الاستحباب الإمام النووي رحمه الله تعالى.

وقال الشوكاني في نيل الأوطار (١١٠/٥):

واحتج أيضاً من قال بالمشروعية بأنه لم يزل دأب المسلمين الناصدين للحج في جميع الأزمان على نبأين الديار واختلاف المذاهب الوصول إلى المدينة المشرقة لقصد زيارته، ويعدون ذلك من أفضل الإجماعات فكان إجماعاً. ا. هـ

وقال المحقق أبو الحسنات الكنتوي في «إبراز الفي الواقع في شفاء العي»: «

وأما نفس زيارة الغير النبوي فلم يذهب أحد من الأئمة وعلماء الملة إلى عصر ابن تيمية إلى عدم شرعيتها بل اتفقوا على أنها من أفضل العبادات، وأرفع الطاعات، واختلفوا في ندبها

المجاز، وهو ما استظهره الإمام أبو إسحاق الشيرازي في التلميح (ص ٢٣٠ مع شرح الشيخ يحيى أمان رحمه الله تعالى).

وصفوة القول أن المستثنى لابد أن يكون من جنس المستثنى منه ومن خالف جعله من باب المجاز، فرجع خلافهم إلى وفاق والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات.

إذا علم ذلك فتقدير المستثنى منه في الحديث يكون كالاتي : لا تشد الرحال إلى [مسجد] إلا إلى ثلاثة [مساجد].

ورواية شهر بن حوشب في تعيين المستثنى منه مشهورة ونصها [لا ينبغي للعطي أن يشد رحاله إلى مسجد يبتغي فيه الصلاة غير المسجد الحرام والمسجد الأقصى ومسجدي هذا].

وقد أخرجه أحمد في المسند (٩٣، ٦٤/٣)، وأبو يعلى في مسنده (٤٨٩/٢) وقال الحافظ في الفتح (٦٥/٣) : وشهر حسن الحديث وإن كان فيه بعض الضعف. اهـ.

ونكره الحافظ الذهبي في جزء من نكلم فيه وهو موثق (ص ١٠٠) فهو ممن يحسن حديثه عند الذهبي.

فهذان حافظان جليلان قد اتفقا على تحسين حديث شهر بن حوشب فلا تنظر بعد لنسبته من يشاغب.

وفد تتابع على تقدير المستثنى منه بالمسجد شراح الحديث كالكرمانى (١٢/٧)، والبدر العيني (٢٧٦/٦)، والحافظ في فتح الباري (٦٦/٣).

الوجه الثاني :

وال الذي السبكي ما ملخصه (شفاء السقام ص ١٢١) :

السفر فيه أمران باعث عليه كطلب العلم وزيارة الوالدين وما فيه ذلك وهو مشروع بالاتفاق.

الثاني : المكان الذي هو نهاية السفر كالسفر إلى مكة أو المدينة أو بيت المقدس ويشمله الحديث.

والمسافر لزيارة النبي ﷺ لم يدخل في الحديث لأنه لم يسافر منظم البعثة، وإنما سافر لزيارة من فيها فإنه لم يدخل في الحديث قطعاً، وإنما يدخل في النوع الأول فتدبر.

الوجه الثالث :

أن النهي في الحديث ليس على التحريم، وأن هذه المساجد منعت بمزيد فضل لأنها مساجد الأنبياء.

فهل من نثر شد الرحل لغيرها يلزمه الوفاء أم لا ؟

قال الخطابي في معالم السنن هذا : أي حديث لا تشد الرحال..... في النذر بنذر الإنسان أن يصل في بعض المساجد فإن شاء وفي به، وإن شاء صل في غيره إلا أن يكون النذر في أحد من هذه المساجد فإن الوفاء يلزمه بما نذره فيها. اهـ. من معالم السنن (٤٤٢/٢).

وهو ما استظهره ابن بطال والنووي في شرح مسلم (١٠٦/٩)، وقال به إمام الحنابلة أبو محمد ابن قدامة في المغني (١٠٢/٢ - ١٠٤).

ويؤيد أن النهي الوارد في الحديث ليس للتحريم الآتي :

١ - ما جاء بإسناد صحيح رجاله ورجال مسلم أن رسول الله ﷺ قال: خير ما يكتب إليه الرواحل... الحديث أخرجه أحمد (٢٢٦/٢). والبزار (كشف الاستار ٤/٢) والطحاوي في مشكل الآثار (٢٤١/١).

٢ - روى عمر بن شبة في أخبار المدينة (٤٢/١) بإسناد رجاله ثقات عن سعد بن أبي وقاص قال: لو يعلمون ما في فباء لضربوا إليه أكباد الإبل.

وقال الحافظ في الفتح - إسناده صحيح (٦٩/٢).

وروى ابن أبي شيبة في المصنف (٣٧٢/٢). وعبد الرزاق في المصنف (١٢٢/٥) وعمر بن شبة في أخبار المدينة (٤٩/١) عن عمر بن الخطاب أنه قال: لو كان مسجد فباء في أنق من الآفاق لضربنا إليه أكباد المطي. وإسناده حسن.

٣ - روى أحمد في المسند (٢٩٧/٦) من حديث مرثد بن عبدالله البزني عن أبي بصرة الغفاري قال: لقيت أبا هريرة وهو يسير إلى مسجد الطور ليصلي فيه قال: فقلت له: لو أدركتك قبل أن ترتحل ما ارتحلت فقال: فقال: ولم؟ قال: فقلت: إني سمعت رسول ﷺ يقول: لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد المسجد الحرام والمسجد الأقصى ومسجدي.

فأبو هريرة لقي أبا بصرة رضي الله عنهما وكان أبو هريرة يسير إلى مسجد الطور ولما أطلعهم أبو بصرة بنص الحديث لم يرجع أبو هريرة، ولو كان أبو هريرة قد فهم من الحديث التحريم لرجع ولكنه لم يفعل، بل ولم يخرج أصلاً لأنه من رواة حديث لا تشد الرحال.

فخروجه ثم عدم رجوعه، بل ذلك على أن النهي البني في الحديث لا يفيد التحريم عند أبي هريرة رضي الله عنه.

فأي حجة وأي برهان وأي دليل يطلب بعد فهم الصحابة.

### الدعاء عند القبر الشريف

الدعاء عند القبر الشريف سنة ماضية بين السلف والخلف.

قال أبو بكر بن أبي شيبة في المصنف (٥٥٧/٤) قال زيد بن الحباب قال حدثني أبو مودودة قال: حدثني يزيد بن عبد الملك بن قسيط قال: رأيت نفراً من أصحاب النبي ﷺ إذا خلا لهم المسجد قاموا إلى رمانة المنبر فمسحوها ودعوا، قال ورأيت يزيد يفعل ذلك.

وروى أن أنس بن مالك رضي الله عنه كان يرفع يديه عند الغير كذا في الشفا (نسيم الرياض ٥١٧/٢).

وقال القاضي عياض: قال مالك في رواية ابن وهب: إذا سلم على النبي ﷺ ودعاً بفق ووجه إلى الغير إلى اليمين (نسيم الرياض ٥١٧/٢).

وفي رؤوس المسائل للإمام النووي: ذكر الحافظ أبو موسى الأصفهاني مثل ذلك عن مالك.

وقال ابن حبيب من المالكية المنتمين بمثل ذلك.

وفي الشريعة للأجري قال إبراهيم الحربي في مناسكه: نزل

ظهرت القبيلة وتستقبل وسطه يعني الغفر وذكر الدعاء والسلام  
وأبراهيم الحربي من أئمة السلف صاحب تصانيف وفنون وثوي  
سنة ٢٨٥ رحمه الله تعالى.

ودونك كتب المناسك وأبواب الحج في كتب الفقه نجدهم  
بذكرون الدعاء عند الزياره.

قال سلطان العلماء عز الدين بن عبد السلام السلمي. (وإذا  
أردت صلاة فلا تجلسن حجرتك وراء ظهورك ولا بين يديك وتائب  
معه بعد ولأنت أديك معه في حياته لو أدركته. فإن لم تفعل  
فانصرفك خير من مقامك. انتهى كلام العز رحمه الله تعالى.

ونص علي استنبال الغفر الشريف عند الدعاء من الحنابلة  
أيضاً أبو الوفاء ابن عقيل صاحب كتاب الفنون وأبو محمد ابن  
فدامة في المغني (٣/٥٩٠). وهو في كتب الحنابلة المتداولة.  
(الإيضاح ص ٥١٩)

وقال الترمذي السبكي في شفاء السقام (ص ١٥٣) :  
مقتضى الكلام أكثر العلماء من الشافعية والمالكية والحنابلة  
الاستنبال عند السلام والدعاء. ا. هـ ونحوه للشهاب الخفاجي في  
شرح الشفا ٥١٧/٣.

ونذكر الإمام أحمد بن حنبل الدعاء عند الغفر الشريف فقال:  
وسل الله حاجتك متوسلاً إليه بنبية ﷺ بغض من الله عز وجل.  
كذا في الرد علي الأختائي لابن تيمية ص ١٦٨.

ونذكر ابن تيمية الدعاء عند الغفر الشريف عن جماعة عده منهم  
جماعة من الصحابة ومالك وأحمد وأبو حنيفة وأنس بن مالك  
ونذكر ابن تيمية في الكتاب المذكور (ص ١٦٨ - ١٦٩) الدعاء عن  
جماعة آخرين من السلف.

وقال أبو بكر الأثرم. قلت لأحمد بن حنبل: فبر النبي ﷺ  
أمس ويتسبح به ؟

فقال: ما أعرف هذا.

قلت له: فالمتر ؟

قال: أما المتر فتمم قد جاء فيه - قال أبو عبدالله - شيء  
يبرونه عن ابن أبي شيبة عن ابن أبي ذئب عن ابن عمر أنه كان  
يمسح علي المتر. وقال: ويبرونه عن سعيد بن المسيب في الرواية  
قلت: ويبرونه عن يحيى بن سعيد أنه حبث أراد الخروج إلى  
العراق جاء إلى المتر فمسحه ودعا فرائبه استحسنه. ثم قال:  
لعله عند الضرورة والشيء (١).

فيل لأبي عبدالله: إنهم يلصقون بطونهم بجدار الغفر. وقلت  
له: أرايت أهل العلم من أهل المدينة لا يبرونه ويفرومون ناحية  
ويسلمون عليه.

فقال أبو عبدالله: نعم. وهكذا كان ابن عمر يفعل ثم قال أبو  
عبدالله: يا بني وأمي صل الله عليه وعلى آله وسلم تسليماً كثيراً.  
انتهى من الرد علي الأختائي ص ١٦٩.

### فائدة:

وفي معجم الشيوخ للحافظ الذهبي (٧٣/١ - ٧٤) ما نصه

عن عبيد الله عن نافع عن ابن عمر: «أنه كان يكره مس قبر  
النبي ﷺ».

قلت: كره ذلك لأنه رآه إساءة أدب.

وفد سئل أحمد بن حنبل عن مس القبر النبوي ونفيله فلم



بر بذلك إساءة أدب. وفند سئل أحمد ابن حنبل عن مس الغير النجوي وتقبيله فلم ير بذلك بأساً. رواه عنه ولده عبدالله بن أحمد. فإن قيل فيلما فعل ذلك الصحابة قيل: لأنهم عابثوه حياً وتلموا به وقبلوا يده وكادوا يفتنون على وضوئه واقتسموا شعره المنظر يوم الحج الأكبر. وكان إذا تنخم لا تكاد نخامته تقع إلا في يد رجل فيدلك بها وجهه.

ونحن فلما لم يصح لنا مثل هذا التصيب الأوفر نزامينا على قدره بالإتزام والتبجيل والإسلام والتقبيل.

إلا ترى كيف فعل ثابت البناني. كان يقول بد أنس بن مالك ويضعها على وجهه ويقول: بد مست يد رسول الله ﷺ.

وهذه الأمور لا بحركتها من المسلم إلا فرط حبه للنبي ﷺ. إن هو مأمور بأن يحب الله ورسوله أشد من حبه لنفسه وولده والناس أجمعين، ومن أمواله ومن الجنة وحورها، بل خلق من المؤمنين يحبون أبا بكر وعمر أكثر من حب أنفسهم.

حكى لنا جندار أنه كان بجبل البقاع فسمع رجلاً سب أبا بكر فسل سيفه وضرب عنقه، ولو كان سمعه يسهه أو يسب أباه لما استباح دمه.

إلا ترى الصحابة في فرط حبهم للنبي ﷺ قالوا: ألا نسجد لك؟ فقال: لا، فلو أن لهم لسجدوا له سجود إجلال وتقدير لا سجود عبادة كما قد سجد إخوة يوسف - عليه السلام - ليوسف.

وكذلك القول في سجود المسلم لغير النبي ﷺ على سبيل التعظيم والتبجيل لا بكفر به أصلاً بل يكون عاصياً فليعرف أن هذا منهى عنه، وكذلك الصلاة إلى الغير. انتهى كلام الذهبي.

وأنا علم نضاقر النقول عن السلف والخلف في الدعاء عند الغير الشريف، فأي قول نراه مخالفاً لهم فاضرب به عرض الحائط واعلم أن فاضله مخالف ولا بد، نسال الله السلامة والعافية.

من هؤلاء صالح الفوزان فإنه عدّ (بمعناه) من الأخطاء العظيمة الدعاء عند الغير الشريف.

ولم يكتف بهذه المخالفة للسلف الصالح. فدها (عظيمة) ثم زاد فقال في منسك له (ص ٥٢).

وإن كان الداعي لا يدعو إلا الله. لأن ذلك بدعة ووسيلة إلى الشرك. ولم يكن السلف بدعون عند قبر النبي ﷺ إذا سلموا عليه. اهـ.

قلت: لو سكت مثل هذا لكان أحسن. فكم تثير أمثال هذه الكنبيات من فتن وتدفع الناس للبدع وسب السلف الصالح ومخالفة الأئمة الفخهاء ورمي المسلمين بالعظائم.

ويرى هذا الفوزان وأمثاله أن من نعام ورعهم السعي قدر الطاقة لمنع المسلمين من الذهاب للزيارة، فتارة يقولون: لا تعلق بين الحج والزيارة أو أن الزيارة ليست واجبة.

وسبيل أهل العلم هو الحث على الزيارة وبيان أنها من أفضل المندوبات وأكد الطاعات وقد اختلفوا فيها ما بين الوجوب والتدب فقط.

ويكني الزائر أنه يفد بين يدي رسول الله ﷺ وهو حي في قبره يسمع سلامه ويرد عليه. وتفره من الخصوصيات لما ليس لغيره من القبور.

وقد صح أن السيدة عائشة رضي الله عنها استنسفت به كما في سنن الدارمي (٤٣/١).

وقال الدارمي (٤٤/١) في سنته في باب ما أكرم الله به نبيه بعد موته أخبرنا مروان بن محمد عن سعيد بن عبدالعزيز قال لما كان أيام الحرة، ولم يؤذن في مسجد النبي ﷺ ثلاثاً ولم يتم، ولم يرح سعيد بن المسيب من المسجد، وكان لا يعرف وقت الصلاة إلا بهمة بسمعها من غير النبي ﷺ فذكر معناه.

وقال ابن نعيم في انفضاء الصراط المستقيم (ص ٢٧٢): سعيد بن المسيب كان يسمع الأذان من غير ليالي الحرة. اهـ. ومروان بن محمد ثقة.

وسعيد بن عبدالعزيز ثقة إمام، وإن كان قد اختلط في قول بعضهم، لكن كان يعرض عليه قبل أن يموت فيقول لا أجيزها كذا في سؤالات الدوري (٢٠٤/٢).

فهذا يدل على نوصونه وتركه التجديث بعد اختلاطه، فحديثه صحيح واحتج به مسلم في صحيحه.

وقد نقول الفوزان على السلف بقوله . ولم يكن السلف يدعون عند غير النبي ﷺ.

ثم إنه مريض بالبدعة والشرك والوسيلة إلى الشرك وما أشبه ذلك فسمى هذا الدعاء «وإن كان الداعي لا يدعو إلا الله، بدعة ووسيلة إلى الشرك. فيكون الفوزان قد رمى سلف وخلف الأمة بالعظام وأبان عن أنه خارج عنهم منابذ لهم.

وقد دعا النبي ﷺ فقال اللهم لا تجعل قبري وثناً يعبد.

ودعاء الرسول ﷺ مقبول بلا ريب، فغيره الشريف محفوظ من العبادة والشرك. والأمة تدعو عند غيره الشريف طيفة بعد طيفة على اختلاف المذاهب والبلاد.

نعوذ بالله من البدعة وأسبابها والمبتدعة وأوهمهم.

والحمد لله في البدء والختام وصلى الله وسلم وبأرك على خير الأنام وعلى آله وأصحابه مصابيح الظلام.

وكتب : محمود سعيد ممدوح

غفر الله له

### الهوامش :

(١) كذا في الرد على الأختائى ص ١٦٩ ولعل الصواب عند الضرر والسفر. والله أعلم بالصواب.

(٢) أي الشهيد.

## الفهرس

الموضوع	رقم الصفحة
أبيات العتبي .....	٣
تقديم فضيلة الشيخ عيسى بن عبدالله بن مانع الحميري ...	٧٥
تفريظ العلامة الشيخ سيدي محمد بن عمر الصالك .....	٩-١٠
مقدمة المصنف .....	١١-١٣
تنوع المفاسك المصنفة في عصرنا .....	١١
من أنواع النزيذ التي في بعض المفاسك .....	١١
المدينة شرفت بالذبي ﷺ .....	١٢
الدليل على استحباب السفر لزيارة النبي ﷺ .....	١٤
كلام بعض الأئمة الفقهاء في استحباب شد الرحل للزيارة .....	١٤
أولاً : الدليل من الكتاب .....	١٥
اعتراض محمد بن صالح العثيمين على الاستدلال	
بالآية ونقض كلامه .....	١٥
استنفار الرسول ﷺ لأمته بعد انتفاله غير متعذر .....	١٧-١٨
حديث حياتي خبر لكم ومماني خير لكم.. الحديث..	
حديث صحيح .....	١٨
المفسرون حملوا آية ولو أنهم إذ ظلموا	
أنفسهم.. الآية على العموم .....	١٨-١٩
صفة الزيارة عند ابن فدامة شيخ الحنابلة .....	١٩-٢٠
تطاول العثيمين بقوله: إن عمل الرسول ﷺ قد	
انتطع وبيان خطئه والرد عليه .....	٢٠

# الصَّلَاتُ وَالْبُشْرَى فِي الصَّلَاةِ عَلَى خَيْرِ الْبَشَرِ

تأليف

الإمام شيخ الإسلام محمد بن عبد الله بن محمد بن يعقوب  
النفري زبادي (صاحب القاموس الموفى ٨١٧ هـ)

حَقَّقَهُ وَعَنَّنَهُ عَلَيْنَا

محمد نور الدين بن أبي بكر الزري

عبد القادر الخياري

محمد مطيع ايسا قفط

عَنْ كُتُبِ كَيْ مَطْلَعِ كَاذِقِ رُكْنِ وَالْحَضَرَاتِ كَيْ

عَظِيمُ  
خَوْشِخَبَرِي

حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت با سعادت کے موضوع پر اسلام کی  
ناور عربی کتب پر ترمیم و تاجاب ہو چکی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے  
مرکز تحقیقات اسلامیہ نے انہیں یکجا کر کے بڑے خوبصورت انٹرنیٹ  
شائع کر دیا ہے۔

۱۔ الْمَوْزِدُ الرَّوِّي فِي الْمَوْلِدِ النَّبَوِيِّ

(شیخ الحدیث امام ملا علی القاری)

۲۔ مَوْلِدُ رَسُولِ اللَّهِ

(الإمام الحافظ ابن كثير الدمشقي)

۳۔ مَوْلِدُ النَّبِيِّ ﷺ

(حافظ ابن حجر العسقلاني)

نوٹ

خدا ہمیشہ حضرات اپنے قریبی کتب خانوں یا براہ راست  
مرکز تحقیقات اسلامیہ ۲۰۵ غادمان سے طلب فرمائیں  
فون نمبر: ۵۸۰۰۰۲، ۵۹۳۰۰۳

حبیب خدا کے مقام و منصب اور شمائل کے بیان پر  
عظیم علمی خستہ آنہ

# ذخائرِ محمدیہ

ترجمہ  
مفتی محمد خان قادری | ڈاکٹر غلام شبیر قادری

عالمی دعوتِ اسلامیہ  
۱۴۔ غوث الاعظم روڈ لاہور

